آئینۂ اصولِ حدیث

حصہ دوم

مفتی محمد انعام الحق قاسمی، نقشبندی
خادم دارالعلوم عالی پور، گجرات (انڈیا)

حسن پور بر ہروا، باج پٹی، سیتامڑھی، بہار

نام کتاب :	آئینۂ اصول حدیث (حصہ دوم)
مرتب :	مفتی انعام الحق صاحب قاسمی، نقشبندی
صفحات :	۱۶۸
سائز :	23 X 36 / 16
باہتمام :	ادارہ فیضانِ الٰہی، عالی پور
اشاعت اول :	فروری ۲۰۰۷ء
اشاعت ثانی :	جنوری ۲۰۱۳ء
ناشر :	ادارہ فیضانِ الٰہی، عالی پور
کمپوز وڈیزائن:	محمد شمیم اختر **Mob.09769275940**

AAIN -E- USOOL-E-HADEES

(Part II)

By : *Mufti Muhammad Inam-ul-haq Qasmi, Naqshbandi*

Darul Uloom Hidayatul Islam, Alipore,

Dist. Navsari, (Gujrat) India.

Mob.: 0091 9913907800

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون

انتساب

(۱)ازہرِ ہند، مادرِعلمی دارالعلوم دیوبند کے نام جس کی روح پرورفضا میں رہ کر احادیث مبارکہ کی علمی دولت سے سرفراز ہوا۔

☆☆☆

(۲)ان محدثین عظام کے نام جنہوں نے حفاظتِ حدیث کی خاطر اصولِ حدیث مرتب فرمائے۔

☆☆☆

(۳)دنیا کی عظیم نعمت، حضرات والدین کے نام؛ جنہوں نے خدمت دین پر گامزن فرمایا۔ خدایا! ان دونوں نعمتوں کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رکھ۔

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

صاحب علم وفضل نمونۂ سلف حضرت مولانا اکرام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، سورت، گجرات

عہد رسالت اور صحابہ کرام کے ابتدائی دور میں لوگوں میں سچائی کا غلبہ تھا، جھوٹ سے غیر معمولی نفرت تھی؛ بالخصوص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حدیث کی نسبت کو جہنم میں ٹھکانہ بنانے کے مرادف سمجھتے تھے، اس لئے اس زمانہ میں راویوں کی چھان بین کی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے مگر صحابہ کرام کے آخری عہد ہی میں ایسے غیر ذمہ دار لوگ پیدا ہوگئے کہ جھوٹی حدیث بیان کرنے میں بھی خدا کا ڈر محسوس نہیں کرتے تھے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضرات صحابہ کرام بغیر راویوں کو پرکھے ہوئے ہر شخص کی حدیث کو قبول نہیں کرتے تھے، پھر تو حدیث کی صحت وعدم صحت کا مدار ہی اسناد پر ہوگیا اگر راوی ثقہ ہے تو روایت صحیح؛ ورنہ ضعیف، منکر، موضوع کہلائیگی۔ خلاصہ یہ کہ حدیث کے مقبول ومردود ہونے کا مدار اسناد کو قرار دیا گیا۔ اسی مقصد کے لئے فن اصول حدیث ایجاد ہوا، جو علم حدیث کے لئے ایک لازمی چیز ہوگئی۔

نیز اصول حدیث اور حدیث کی اقسام جاننے کی اس وجہ سے بھی ضرورت ہوتی ہے کہ دینی احکام یکساں نہیں ہیں؛ بلکہ ان میں فرق مراتب ہے، کوئی فرض، کوئی واجب، کوئی سنت، تو کوئی مستحب۔ احکام کا یہ فرق احادیث کی اقسام ہی کے لحاظ سے کیا گیا جو اصول حدیث پڑھے بغیر معلوم نہیں ہوسکتے۔ بالخصوص علل حدیث جو بہت باریک اور مشکل چیز ہے، اس لئے اُصول حدیث کو جاننا نہایت ضروری ہے۔

اصول حدیث کا فن جتنا مشکل ہے اس لحاظ سے نصاب میں کتاب بہت کم پڑھائی جاتی ہے، نئے فن کی اصطلاحات کو سمجھنے اور یاد رکھنے کے لئے مختلف کتابوں کو پڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے؛ اس کے لئے علماء نے طلبہ کے مزید افادہ اور مشق وتمرین کی غرض سے اردو میں مختلف رسالے لکھے ہیں، اگر طلبہ ان کتابوں سے استفادہ کریں تو اچھی مشق ہو جائے اور ضروری اصطلاحات تکرار کے بعد محفوظ ہوجائیں۔

پیش نظر کتاب اس مقصد سے فاضل نوجوان استاذ حدیث دارالعلوم عالیپور گجرات مولانا انعام الحق سلمہ نے لکھی ہے۔ مولانا موصوف نے مسائل کو ذہن نشین کرنے کے لئے جن مختلف تعبیرات کو اختیار کیا ہے مجھے امید ہے کہ طلبہ ومدرسین کو اس سے خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔ میں نے اس کتاب کے اکثر حصہ کو دیکھا اور موصوف کی محنت وکاوش اور عرق ریزی سے متاثر ہوا۔

محمد اکرام علی غفرلہ

خادم جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

مؤرخہ ۱۰؍ذیقعدہ ۱۴۲۲ھ

مطابق ۲۵؍جنوری ۲۰۰۲ء

پیغام بابرکت

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ • امّا بعد!

ماشاءاللہ آپ نے بہت ہی ضرورت کے وقت مصطلحات حدیث پر قلم اٹھایا، جس سے بہت مسرت ہوئی، مجھے مزید اس لئے بھی مسرت ہوئی کہ ایک طالب علم سے میں نے چند دن پہلے دریافت کیا کہ،، حدیث مرسل،، کسے کہتے ہیں؟ مگر وہ بالکل ناآشنا معلوم ہوا، جیسے متواتر، موقوف، مرسل وغیرہ کا نام بھی شاید نہیں سنا ہے۔ اس سے مجھے بہت تعجب وتحسّر ہوا اور اپنی کوتاہی کا احساس ہوا کہ یہ طالب علم مشکوۃ شریف پڑھ کر دارالعلوم دیو بند، دورۂ حدیث کے لئے جارہا ہے اور حدیث کی ضروری مصطلحات سے ناواقف ہے!

بہر حال یہ تاثر لے کر ہی سفر شروع کیا تھا کہ آپ نے اس کے حل کے لئے اپنا رسالہ ’’آئینۂ اصول حدیث‘‘ کا تذکرہ فرمایا اس کے بعد اس کا مسودہ بھی پڑھنے کے لئے دیا، اس کو سرسری طور سے دیکھا اکثر علماء کی تقریظات دیکھیں، اس سے بہت اطمینان ہوا، نہایت ہی مفید رسالہ مرتب فرمایا ہے، اگر اس کو (حصہ اول کو) ’’نخبۃ الفکر‘‘ سے پہلے پڑھا دیا جائے بلکہ مصطلحات کو حفظ کرادیا جاتو حدیث پاک پڑھنے والے طالب علم کے لئے بہت مفید وکارآمد ثابت ہوگا؛ انشاءاللہ۔

اللہ تعالیٰ طلبۂ حدیث ہی کو نہیں؛ بلکہ اساتذۂ حدیث کو بھی اس کی قدر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے!

والسلام

(حضرت اقدس عارف باللہ مولانا) **محمد قمر الزماں الہ آبادی** (صاحب زید مجدہ السامی)

۳؍ شعبان المعظم ۱۴۲۴ھ

کلمات بابرکت

حضرت اقدس مولانا ومفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی غفرلہ

جن چیزوں کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے۔ ان کی نسبت ثابت ہے یا نہیں؟ اس نسبت کے جاننے کا مدار سلسلۂ اسناد پر ہوتا ہے، اسی اسناد کی تفتیش کے لئے جو فن مدون کیا گیا ہے اس فن کا نام ’’اصول حدیث‘‘ ہے۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ ’’**لو لا الاسناد لقال من شاء ماشاء**‘‘ مسئلہ یہ ہے کہ ایک طرف ثابت شدہ احادیث کا انکار انتہائی درجہ کی گمراہی ہے اور کتاب وسنت کی صریح خلاف ورزی ہے تو دوسری طرف غیر ثابت شدہ احادیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف **من کذب علیَّ متعمداً فلیتبوء مقعده من النار** کی وعید کے بموجب دخول نار کی مستوجب ہے۔

ہمارے مدارس عربیہ میں درس نظامی میں تکمیل نصاب تک شرح نخبۃ الفکر اور بعض مدارس میں اس کتاب کے ساتھ مقدمہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ضرورت تھی کہ منتہی درجات سے قبل اصول حدیث کو آسان اسلوب میں اس طرح طلبہ کو ذہن نشین کرادیا جائے کہ وہ فن کی اصطلاحات اور حدیث پاک کے درجات سے بخوبی آشنا ہوجائیں۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے حضرت مولانا مفتی انعام الحق صاحب قاسمی کو کہ انہوں نے اس ضرورت کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا اور انتہائی مفید کتاب مرتب فرمائی۔ کتاب کا کچھ حصہ دیکھنے کا مجھے بھی موقع ملا ساتھ ہی وہ وقیع تحریریں بھی نظر سے گزریں جو بزرگ اساتذۂ حدیث نے کتاب سے متعلق لکھی ہیں، بندہ بھی ان اکابر کی آراء سے اتفاق کرتے ہوئے مصنف کتاب کو مبارک باد دیتا ہے، اور کتاب کی افادیت اور مقبولیت کے لئے دعاء گو ہے۔

(حضرت اقدس مولانا ومفتی) **ابوالقاسم نعمانی** غفرلہ بنارسی (صاحب زیدہ مجدہ)

تاثرات قلب

فقیہ زماں حضرت اقدس مفتی محمد حنیف صاحب زید مجدہٗ السامی

شیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ سرائے میر

امابعد! ''یہ ناکارہ المدعو محمد حنیف عفی عنہ'' زبان تو ٹیڑھی سیدھی چلا بھی لیتا ہے لیکن قلم چلانا اس کے بساط کے لئے جوئے شیر لانے سے دشوار ہوتا ہے، اس لئے جی تو یہی چاہتا ہے کہ بہت سارے اکابر اور اساتذۂ فن کی توفیق وتائید کے بعد یہ لکھ کر قلم رکھ دوں کہ:

نخل بندو لے نہ در بستاں ☆ شاہدم و لے نہ در کنعاں

لیکن اس داعیہ کے ساتھ ہی ''عزیزم محترم مولانا انعام الحق صاحب سلمہ'' کے اصرار سے مجبور ہو کر کچھ خواہی نہ خواہی لکھنا ہی پڑا، بقول شاعر جونپوری کہ

پی لے دو گھونٹ کہ ساقی کی رہے بات حفیظ

صاف انکار میں تو دل شکنی ہوتی ہے؛ اس لئے گذارش ہے کہ اس ناہموار نے سر سری سہی کتاب کے تقریباً کل ابواب وعنوانات پر نظر ڈالی ہے اس سے لزوماً اس ناکارہ پر جو تاثر ہوا وہ یہ ہے کتاب ضرورت اور فن دونوں لحاظ سے مختصر ہونے کے باوجود ''**خیر الکلام ماقل و دل** '' کا مصداق ہے۔ مگر اس المیہ کا کیا علاج ہے کہ اب معلمین اور متعلمین دونوں ہی ''**الضرورۃ تتقدر بقدر الضرورۃ**'' پر عمل کا اسوۂ بنا کر محنت اور مجاہدہ سے سبکدوش ہو رہے ہیں۔ اس لئے یہ صادق آرہا ہے کہ

متیٰ اعوج العود فکیف یستقیم الظل

بہر حال کتاب اپنے موضوع میں بزبان عربی نہ سہی؛ لیکن بزبان اردو منفرد اور بے مثال ہے خدا کرے اکابر ''اساتذہ'' اور اصاغر یعنی تلامذہ دونوں اس طرف توجہ فرمائیں۔

ناکارہ محمد حنیف غفرلہ نزیل ممبئی

تصدیق گرامی

حضرت اقدس مولانا عبدالمنان صاحب زید مجدہ السامی

دنیا میں تمام ہی علوم وفنون کے لئے اصول وضوابط مرتب کرنے کا طریقہ رائج ہے، بغیر اصول کے کسی بھی فن کو جانچا جانا اور پرکھنا ایک مشکل امر ہے بلکہ اصول کے انضباط سے معاملہ سہل الحصول اور آسان ہو جاتا ہے۔ مگر کتاب وسنت جو مقصود ونصاب مدارس ہیں وہ بھی سرسری طور پر پڑھائی جاتی ہیں؛ جبکہ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ ان اصول کو مرحلہ وار اصول فقہ کی طرح پڑھایا جاتا، تفسیر وحدیث کے اصول ازبر کئے جاتے، لیکن وقت کی کمی کے ساتھ ساتھ اس درجہ کی سہل کتابوں کی بھی کمی رہی۔

عزیزم محترم جناب مولانا محمد انعام صاحب زید مجدہٗ کو حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اپنے درسی تجربہ کی بناء پر طلبہ کی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اس اہم اور ضروری رسالہ کے لئے قلم اٹھایا اور مرحلہ وار اصول حدیث کے لئے رسالہ مرتب فرمایا۔ امید ہے کہ نخبۃ الفکر سے قبل پنجم میں اس کو پڑھا دیا جائے اور ششم مین نخبۃ الفکر کو پڑھا دیا جائے تو انشاء اللہ طلبۂ عزیز کو اصطلاحات واصول حدیث برزبان ہو جاویں گے اور اس فن کے اندر بھی طلبۂ عزیز کو اصولِ فقہ کی طرح بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

(حضرت اقدس مولانا) عبدالمنان غفرلہ (زید مجدہ)

ناظم مدرسہ امدادیہ اشرفیہ راجوپٹی، سیتامڑھی (بہار)

وخلیفہ حضرت اقدس الشاہ مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم

رائے بے نظیر

ماہر علم وفن حضرت مولانا شیر علی صاحب زید مجدہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. امابعد !

بندہ نے رسالہ ''آئینۂ اصول حدیث'' جستہ جستہ سنا، ماشاء اللہ مصنف نے جس سہل انداز میں حدیث کے اصول کو بیان کیا ہے، اس سے اس فن میں موصوف کی مہارت اور مناسبت کا اندازہ ہوتا ہے اور پتہ چلتا ہے کہ وہ طریقہ تعلیم جو طلبہ کے لئے زیادہ مفید ہو؛ اس پر ان کی خوب نظر ہے۔ اسی کے پیش نظر یہ رسالہ تدریجی انداز میں تحریر فرمایا ہے اور کوشش یہ کی ہے کہ طلبہ کو پہلے صرف اصطلاحات ضبط ہو جائیں، اور اس کے بعد تعریف وحکم یاد ہو جائے، اور پھر دوسرے حصہ میں مکمل تفصیلات کے ذریعہ بصیرت پیدا ہو۔

مجھے یہ طریقہ بہت پسند آیا اور جو اصول جمع کئے ہیں اور جو معلومات لکھی ہیں؛ اس سے بندہ کافی متأثر ہوا۔

مصنف نے رسالہ کو دو حصوں میں مرتب کیا ہے، میری رائے ہے کہ پہلا حصہ مشکوٰۃ شریف کی جماعت کو یاد کرا دیا جائے اور دوسرا حصہ جو تفصیلی ہے وہ مطالعہ میں رکھا جائے تو طلبہ کے لئے یہ بہت مفید ہوگا۔

مصنف ماشاء اللہ نوجوان ہیں۔ تصنیف کا اچھا سلیقہ ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کو دین اور دنیا کی نعمتوں سے نوازے، عمر دراز فرمائے، رسالہ کو مقبولیت عطا فرمائے۔ طلبہ مستفید ہوتے رہیں اور امید کرتا ہوں کہ آئندہ بھی نصابی کتابوں اور ضروری مسائل پر کام کرتے رہیں گے۔

البعد شیر علی غفرله

شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر، سورت (گجرات)

خلیفہ حضرت اقدس مولانا ابرار الحق صاحب زید مجدہ

یوم جمعہ ۱۸؍شعبان ۱۴۳۲ھ، مقیم حال خانقاہ مدرسہ اشرف المدارس، ہردوئی

تقریظ

حضرت مولانا شبیر احمد قاسمی زید مجدہ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم، امابعد!

حضرت مولانا انعام الحق صاحب استاذ حدیث دارالعلوم علی پور گجرات کی ''آئینۂ اصول حدیث'' سرسری طور پر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اگر یہ کتاب مشکوٰۃ کے سال سے قبل پنجم یا ششم کے طلبہ کو یاد کرادی جائے تو نخبۃ الفکر کے سمجھنے میں نہایت معین ثابت ہوگی اور ہمارے طلبہ میں اصول حدیث اور محدثین اور رواۃ کے حالات سے متعلق جو انحطاط ہے انشاء اللہ وہ ختم ہو جائے گا، اور طلبہ کو فن حدیث میں اچھی مناسبت پیدا ہو سکتی ہے اور محدثین اور رجال سے یہ واقفیت کا جذبہ ابھرنے کا سلسلہ ہوگا۔ اللہ پاک اس کتاب کو اہل علم کے حلقہ میں قبولیت کا شرف اور مولانا موصوف کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

(حضرت مولانا) شبیر احمد قاسمی عفا اللہ عنہ، مدرسہ شاہی مرادآباد (الہند) ۲۴؍شعبان ۱۴۲۳ھ

رائے گرامی

حضرت مولانا وسیم احمد صاحب زید مجدہ

شیخ الحدث جامعہ اشرف العلوم گنگوہ

اس فن عظیم پر عربی واردو میں مختلف کتابیں اسلامی لائبریریوں میں قابل قدر اضافہ کرتی رہی ہیں، اور انشاء اللہ کرتی رہیں گی، چنانچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی جواں سال عالم مفتی انعام الحق صاحب قاسمی، مدرس دارالعلوم عالی پور کی نئی تالیف ہے، ماشاء اللہ آپ تصنیف وتالیف کا ذوق رکھتے ہیں، اس سے قبل بھی مختلف موضوعات پر، آپ کی ایک سے زائد کتابیں منظر عام پر آکر مقبول عام ہو چکی ہیں، پیش نظر کتاب میں موصوف نے ضروری اصول حدیث کو سہل اور ممتاز اسلوب میں ترتیب دیا ہے۔

(حضرت اقدس مولانا) وسیم احمد غفرلہ

اظہارِ حقیقت

رہبر شریعت حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالی

مدارس عربیہ کے موجودہ نصاب میں صرف ایک کتاب ''شرح نخبۃ الفکر'' پڑھائی جاتی ہے۔ وہ بھی بعض مرتبہ تعلیمی سال کے بالکل آخر میں جب کہ مقررہ نصاب مکمل کرانے کی ہماہمی میں مدرس ہوتا ہے اس وقت یہ کتاب شروع کرائی جاتی ہے؛ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کتاب کا جو مقصد ہے وہ پورے طور پر حاصل نہیں ہو پاتا اور طالب علم دورۂ حدیث ایسی حالت میں پڑھتا ہے کہ علم حدیث کی اصطلاحات سے عموماً ناواقف ہوتا ہے۔ نیز اس فن کی بنیادی اصطلاحات اور اس کی تعریفات جو ایک حدیث پڑھنے والے کو ازبر ہونی چاہیے وہ ازبر تو کیا ہوتی سرے سے معلوم ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے ضرورت تھی کہ طلباء، درجہ مشکوۃ میں پہنچیں اس سے پہلے ہی کوئی ایسا مختصر رسالہ اس فن کا پڑھا دیا جاتا جس میں یہ تمام اصطلاحات مختصر، مرتب ومہذب انداز میں سمو لی گئی ہوں۔ اس ضرورت کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے ''مولانا مفتی انعام الحق صاحب زید مجدہم نے ایک مخصوص انداز سے دوحصوں میں یہ تمام معلومات مرتب ومہذب فرمالی ہیں۔ میں نے حصہ اول کے عنوانات کو سرسری طور پر دیکھا میرا اندازہ ہے کہ انشاء اللہ یہ دونوں رسالے مندرجۂ بالا خلا کو پُر کرنے کا کامیاب ذریعہ ثابت ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا موصوف کی ان مساعی جمیلہ کو حسن قبول عطا فرما کر اس فن کے پڑھنے پڑھانے والوں کیلئے مفید وبارآور بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

صدر مفتی: حضرت احمد خانپوری دامت برکاتہم

شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل، گجرات

مؤرخہ: ۲۸ر جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ

رائے گرامی

حضرت مولانا قاری رشید احمد اجمیری زید مجدہ

مدارس عربیہ میں پڑھائے جانے والے علوم میں ایک علم حدیث بھی ہے، اس علم کو سمجھنے کے لئے کافی وسیع وعریض گہرائی اور گیرائی پر مشتمل ''اصول حدیث'' کو سمجھنا ضروری ہے اصول حدیث میں درجہ مشکوۃ میں ایک واحد کتاب شرح نخبۃ طلباء کو پڑھائی جاتی ہے اور قلیل مدت میں اس فن سے واقفیت ہونے سے قبل ہی دورۂ حدیث کے سال میں صحاح اور دوسری کتب حدیث سے وابستگی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے اصطلاحات سے نابلد ہونے کی بناء پر اساتذہ کے لئے دشواری اور طلبہ کو سمجھنے میں الجھن محسوس ہوتی ہے۔

اس رسالہ میں جس کا نام ''آئینۂ اصول حدیث'' ہے مصنف موصوف نے اپنے تمام تر تجربہ کو بروئے کار لاکر اس فن کی بنیادی ضروری باتوں کو دوحصوں پر منقسم کرتے ہوئے اسی حسین پیش کش کو مرتب مہذب کیا ہے۔ اور طلبہ کے لئے فن کو سہل فرما کر بڑی عرق ریزی سے کام لیا ہے۔ حق تعالیٰ اسے مستفیدین کے حق میں نافع بنائے اور مصنف ومرتب کے لیے فلاح دارین ورضائے ربانی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(حضرت قاری) رشید احمد اجمیری (زید مجدہ)

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ راندیر، سورت، گجرات

انکشاف حقیقت

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی البرنی نوراللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم • اما بعد!

ہمارے محترم دوست مولانا انعام الحق صاحب قاسمی مدرس دارالعلوم عالی پور دام مجدہم نے اصول حدیث پر ایک رسالہ لکھا ہے، جوطرز اختیار کیا ہے اس میں جامعیت بھی ہے اور تسہیل بھی۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ اس کو طلبۂ علوم حدیث کے لئے نافع اور مفید بنائیں گے۔ واللہ الموفق والمعين وهو الميسر وعليه التكلان.(۱)

(۱) ۱۴۲۰ھ ذی الحجہ کے آخری عشرہ میں حضرت کی خدمت میں پہنچا۔ اس وقت حضرت نے یہ تحریر عنایت فرمائی تھی، اب یہ کتاب اس وقت طبع ہورہی ہے کہ حضرت والا غریق رحمت ہو چکے ہیں۔

دعائیہ کلمات

الحاج حضرت مولانا قاری مظہر عالم صاحب زید مجدہ

کسی علم وفن کو اجاگر کرنا اور اس کی تحقیق کر کے صحیح رہنمائی کرنا کتنا مشکل کام ہے؛ وہ اہل نظر سے مخفی نہیں۔ اصول حدیث میں اب تک نخبۃ الفکر سرسری پڑھا کر طلباء کی علمی تشنگی بجھانے میں کما حقہ کامیابی نہیں مل پا رہی تھی۔ جس کا احساس بہت سے اہل فن کو رہا، لیکن اس کی طرف رہنمائی اور سلسلہ وار اس فن کی آبیاری کی فکر غالبًا مقدر تھی عزیزم مولانا مفتی انعام الحق صاحب سلمہ، کے حق میں جس کے لئے بڑی عرق ریزی سے موصوف نے کام کیا۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ پاک موصوف کو صحت عافیت سے رکھ کر نہ صرف ان کی کتاب کو قبولیت عطا کرے بلکہ جس طرح اس سے قبل کی موصوف کی چند کتابیں علمی دنیا میں حوصلہ افزائی کے ساتھ خراج محبت حاصل کر چکی ہیں۔ یہ کتاب بھی مدارس اسلامیہ کے اساتذہ وطلباء کے لئے یکساں مفید ثابت ہو اور مفتی صاحب موصوف اسی طرح اپنی علمی صلاحیت سے دنیا کو مستفیض کرتے رہیں۔

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد!

حضرت مولانا مظہر عالم القاسمی

بانی وجنرل سکریٹری دارالعلوم عزیزیہ میرا روڈ ممبئی

مؤرخہ: ۱۳/۱ اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز شنبہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم • اما بعد!

ہر فن میں آسان اسلوب اور تدریجی انداز میں کتابیں موجود ہیں جن سے طلبہ کو تدریجی طور پر فن سے ربط ومناسبت پیدا ہو جاتی ہے، لیکن اس کے برعکس اصول حدیث میں درجہ بدرجہ، تدریجی انداز میں مستقلاً کتابیں موجود نہیں، بلکہ درجہ مشکوۃ میں پہنچنے کے بعد شرح نخبۃ الفکر یا مقدمہ شیخ عبدالحقؒ پڑھایا جاتا ہے اور وہ بھی کبھی ضمناً اور رواروی کے ساتھ، نتیجتاً جس قدر ربط ومناسبت پیدا ہونی چاہئے؛ نہیں ہو پاتی۔ جبکہ اس اہم فن کا تقاضہ یہ تھا کہ تدریجی انداز میں مرحلہ وار اصول حدیث پر کتابیں ہوتیں، اور شرح نخبۃ الفکر سے پہلے استفادہ کرلیا جاتا؛ تاکہ فن سے یک گونہ مناسبت وممارست ہو جائے۔

بندہ نے اس تالیف میں سہل ترین تدریجی انداز میں اصول حدیث کو دوحصوں میں پیش کرنے کی سعی کی ہے، پہلا حصہ دو باب پر مشتمل ہے، پہلے باب میں حدیث کی ساری قسموں کو چھ تقسیم میں منضبط کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ اعتباری فرق کے ساتھ اقسام حدیث کا خلاصہ اور مختصر خاکہ سامنے آجائے۔

دوسرے باب میں اختصار وتدریج کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر ہر قسم کی تعریف، مثال اور حکم مذکور ہے۔ ان دونوں باب پر مشتمل پہلے حصہ کا مکمل تعارف ومقاصد، کتاب کے حصۂ اوّل کے شروع میں ملاحظہ ہو۔

حصہ دوم میں فن کے مبادیات، ہر ہر قسم کی تعریف، اصطلاحی الفاظ کی وضاحت، شرائط، مثال، اس کی تشریح، ذیلی اقسام ہر ایک کی تعریف وحکم، ضروری تفصیلات، کتب حدیث کی اقسام وتعریفات، کتب حدیث کے طبقات، راویوں کے طبقات، رایوں کے فرق مراتب، حالات کے اعتبار سے راویوں کے طبقات، صحاح ستہ کا درجۂ اسناد، جرح وتعدیل

سے متعلق اہم معلومات، نیز حاشیہ میں اہم فائدے اور حوالے مذکور ہیں۔ بندہ نے ان دونوں حصہ میں مذکور باتیں ہر ممکن تدریجی انداز میں باحوالہ لکھنے کی کوشش کی ہے، ماہرین فن حدیث فیصلہ کرسکیں گے کہ بندہ اپنی اس کاوش میں کہاں تک کامیاب ہے، حضرات اہل علم سے خطاء ونسیان پر نصح وخیر خواہی کی توقع رکھتا ہوں کہ خطا وسہو پر مطلع فرما کر ممنون ومشکور ہوں۔

محمد انعام الحق قاسمی
حسن پور برہروا، باج پٹی، سیتامڑھی (بہار)
خادم دارالعلوم، عالی پور، وایا بلی مورا،
ضلع نوساری، گجرات

کلمات تشکر

علمی وتحقیقی دنیا کے مشہور ومعروف محدث حضرت اقدس علامہ محمد اکرام علی صاحب دامت الطافکم شیخ الحدیث جامعہ تعلیم الدین ڈابھیل کا تہ دل سے شکر گزار ہوں کہ حضرت والا نے اپنی مشغولیت اور علالت کے باوجود اس پر نظر ثانی فرمائی، اور مفید مشوروں سے سرفراز فرمایا۔ اسی کے ساتھ رفیق مکرم جناب مولانا مظہر عالم شیوہری صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے پورے مسودہ کی تندہی کے ساتھ تبییض فرمائی، نیز حافظ ومولانا تفضیل عالم صاحب سیتامڑھی کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے دارالعلوم کے مشغول ترین تعلیمی ایام میں اسکی کتابت وطباعت کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔

جزاہم اللہ خیر الجزاء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماًاَبَداً : عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِالْخَلْقِ کُلِّهِمِ

مبادیات

کسی بھی فن کے شروع کرنے سے پہلے اس کے مبادیات پر ایک نظر ڈالنے سے اس فن میں بصیرت ومہارت پیدا ہوتی ہے۔اس لئے مسائل کے ذکر سے پہلے مبادیات (امورعشرہ) بیان کئے جاتے ہیں۔

اصول حدیث

حافظ ابن حجرؒ نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

معرفة القواعد المعرفة بحال الراوی والمروی.(۱)

یعنی اصول حدیث ان قواعدواصول کے جاننے کا نام ہے جن کے ذریعہ راوی،اورروایت کے حالات معلوم کئے جائیں۔

علامہ عزالدین ابن جماعہ نے ان الفاظ میں تعریف کی ہے۔

علم بقوانین یعرف بها احوال السند والمتن.(۲)

یعنی اصول حدیث ان قوانین کے جاننے کا نام ہےجن کے ذریعہ سندومتن کے احوال (صحیح ،حسن اورضعیف ہونے کےاعتبار سے) معلوم ہوں۔

یہی تعریف علامہ سیوطیؒ نے اپنی الفیہ میں لکھی ہے۔

علم الحدیث ذوقوانین تحد ☆ یدری بها احوال متن وسند

فذٰلک الموضوع والمقصود ☆ ان یعرف المقبول والمردود (۳)

(۱) تدریب ص:۹ (۲) قواعد التحدیث ص:۷۵ (۳) الفیۃ السیوطیؒ ج ا ص:۲۵،اوجز ص:۳

تنبیہ: آخری دونوں تعریف سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو علم حدیث کی تعریف ہے،لیکن حقیقت یہ ہے کہ علم الحدیث کی اقسام میں سے ہی ایک قسم؛اصول حدیث ہے۔جس کی یہ تعریف ہے،نہ کہ نفس حدیث کی۔

اصول حدیث کا موضوع

اَلسَّنَدُ وَالْمَتَنُ مِنْ حَیْثُ الصِّحَّةِ وَالسَّقْمِ.(۱)

یعنی سند اور متن کے صحیح اور ضعیف ہونے کے اعتبار سے گفتگو کرنا اس فن کا موضوع ہے۔

غرض

مَعْرِفَةُ الصَّحِیْحِ مِنْ غَیْرِہٖ.(۲)

یعنی اس فن کے ذریعہ صحیح اور غیر صحیح کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور دونوں میں امتیاز کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

غایت

اَلْفَوْزُ بِسَعَادَةِ الدَّارَیْنِ.

یعنی اس فن میں مشغول ہونے سے دونوں جہاں کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔

اصول حدیث کے اسماء

اس فن کے کئی نام ہیں،قواعد الحدیث، مصطلح الحدیث،علوم الحدیث، مصطلح اہل الاثر اوراصول حدیث۔

(۱) مقدمہ اوجز:ص:۴ (۲) مقدمہ اوجز:ص:۴۔

اصول حدیث کی فضیلت

کسی بھی فن کی فضیلت کا مدار؛ اس کے موضوع پر ہوتا ہے۔اس کا موضوع جس قدر اہم ہوگا وہ فن بھی اتنا ہی اہم ہوگا؛ چوں کہ اس فن کا موضوع متون وسند ہے۔لہٰذا جب قرآن وحدیث اور اقوال اکابر سے ان دونوں کی فضیلت ثابت ہو جائیگی، لازمی طور پر اصول حدیث کی بھی فضیلت ثابت ہوجائیگی۔

متن حدیث کی فضیلت

متن کی اہمیت: مَااٰتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَانَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (۱)

حدیث پاک میں ہے:نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَاَدَّاهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَیْرُ فَقِیْهٍ وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ اِلیٰ مَن هُوَ اَفْقَهُ مِنْهُ.(مشکوۃ ص:۳۵)

سند کی اہمیت: اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَا اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ.(۲)

یعنی بطور دلیل کوئی کتاب لاؤ، یا کسی نبی کا قول،سند کے ساتھ پیش کرو۔اس سے سند کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

حدیث سے ثبوت اہمیت : عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰه عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ یُنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاْوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ.(۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حاصل کریں گے اس علم کو آئندہ آنے والی جماعت میں سے نیک لوگ جو کہ غلو کرنے والے کی بے جا ردوبدل اور گمراہ لوگوں

(۱) پارہ:۲۸،آیت:۷،سورۂ حشر (۲) پارہ:۲۶،آیت:۴،سورۂ احقاف (۳) مشکوۃ ص:۳۶

کی من گھڑت باتوں اور علم سے ناواقف لوگوں کی غلط تاویلوں کی اصلاح کریں گے اور احادیث کی حفاظت کریں گے۔

اس سے جہاں محدثین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہیں اہل اصول کی اہمیت زیادہ ثابت ہوتی ہے،کیوں کہ انہیں حضرات کے اصول وقواعد کی روشنی میں حدیث کی صحت اور عدم صحت کا پتہ چلتا ہے۔

اقوال اکابر سے اس کی اہمیت :

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

اَلْاِسْنَادُ مِنَ الدِّیْنِ وَلَوْلَا الْاِسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَآءَ مَا شَآءَ.(۱)

ابن زریعؒ فرماتے:

لِکُلِّ دِیْنٍ فُرْسَانٌ، وَفُرْسَانُ هٰذَا الدِّیْنِ اَصْحَابُ الْاَسَانِیْدِ.(۲)

اصولِ حدیث کا حکم

احادیث سے شرعی احکام اس وقت مستنبط ہو سکتے ہیں، جب کہ روایات میں صحیح اور ضعیف کے درمیان امتیاز ہو سکے اور یہ بات مسلم ہے کہ یہ امتیاز اصولِ حدیث ہی سے ہو سکتا ہے۔لہٰذا اصول حدیث، حدیث کے لیے مقدمہ کے درجہ میں ہوا اور قاعدہ ہے کہ مُقَدَّمَةُ الْوَاجِبِ وَاجِبَةٌ، لہٰذا اس فن کا سیکھنا فرض کفایہ ہوا۔

نسبت

مؤرخین نے علوم کی دو قسم کی ہیں: (۱) علوم عالیہ (۲) علوم آلیہ

عالیہ سے مراد وہ علوم ہیں جو مقصود بالذات ہیں اور علوم آلیہ سے مراد وہ علوم ہیں جو وسائل کے قبیل سے ہیں۔فنِ اصول حدیث کا تعلق،علوم عالیہ نقلیہ سے عموم وخصوص کا ہے اور علوم عقلیہ سے تباین کی نسبت ہے۔

مقدمہ مسلم:ص:۱۲۔(۲) اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر:ص:۱۲،للشوکانی۔

تدوین کب اور کس طرح؟

اسلام کے دو بنیادی مآخذ ہیں، ایک قرآن، اور دوسرا حدیث، خدائے پاک نے ان دونوں کی حفاظت کا خصوصی نظم فرمایا، اور امت میں ایسے افراد پیدا فرمائے، جنہوں نے اپنی زندگی قرآن وحدیث کی حفاظت میں وقف کردی، اور احادیث مبارکہ کو حفظ کرنے ایک دوسرے تک پہچانے کا فریضہ پورے احتیاط کے ساتھ انجام دیا، لیکن جب حضرت عثمانؓ کے آخری دورِ خلافت میں فتنے اُبل پڑے اور حضرت علیؓ کے زمانے میں سیاسی اختلاف کے نتیجہ میں گمراہ فرقے خوارج، معتزلہ، مرجئہ وغیرہ پیدا ہوئے، اور انہوں نے اپنے خیالات ونظریات کی تائید میں احادیث گھڑنی شروع کی، اسی طرح عجمیوں نے احادیث میں خلط ملط شروع کردی، تو ابتداء صحابہ کرامؓ اور محدثین نے اخذِ روایت میں احتیاط شروع کردی، مقدمۂ مسلم میں حضرت ابن عباسؓ کا قول منقول ہے کہ ایک وہ وقت تھا جب ہم یہ سنتے کہ کوئی قولِ رسول سنا رہا ہے؛ تو ہماری نگاہیں اس کی طرف جم جاتیں اور اس کی طرف کان لگ جاتے۔ لیکن جب لوگ ہر قسم کی سواری پر سوار ہونے لگے، تو جب تک یقین نہ ہوتا اس وقت تک لوگوں سے اخذ روایت نہ کرتے۔(۱) جب بے احتیاطی کا سلسلہ مزید آگے بڑھا، اور احادیث کے گھڑنے کا معاملہ حد سے تجاوز کرنے لگا، تو احتیاطی تدبیر اور سخت کردی گئی اور چند اصول مرتب کئے گئے پھر بعد میں محدثین نے قرآن واحادیث کو پیش نظر رکھ کر اپنے اپنے طور پر اصول متعین فرمائے۔ جو آج کتابوں میں موجود ہیں۔

واضع فن اصول حدیث

فن اصول حدیث جس شکل میں مدوّن ومرتب ہے، اس کے اصل واضع کا اندازہ لگانا مشکل ہے، تاہم جس طرح دیگر فنون رفتہ رفتہ مدوّن ہوئے، اسی طرح یہ علم بھی مدوّن ہوا۔

(۱) مقدمہ مسلم ص:۱۰

مسائل

ابتداء کتاب میں کسی بھی فن کے مسائل یعنی اس کی بنیادی اور اصولی باتوں کا مختصر خاکہ پیش کردیا جاتا ہے، تاکہ ایک نقشہ سامنے آجائے۔ اصول حدیث کے مسائل درحقیقت احادیث کی تقسیمات سبعہ ہیں جن سے خاص طور پر بحث کی جاتی ہے۔

تقسیم اوّل

باعتبار تعداد رواۃ: متواتر، مشہور، عزیز، غریب۔

تقسیم ثانی

راویوں کی صفات کے لحاظ سے بحث کہ: حدیث مقبول ہے یا مردود۔
اقسام حدیث کی یہی دونوں قسمیں بہت مفصل ہیں اور انہی دونوں قسموں کی ذیلی اقسام زیادہ ہیں۔

تقسیم ثالث

انتہائے سند کے اعتبار سے بحث کہ؛ حدیث قدسی، مرفوع، موقوف، مقطوع، کس کو کہتے ہیں؟

تقسیم رابع

سند میں راویوں کی تعداد کے اعتبار سے بحث، کہ تعداد رواۃ کم ہے یا زیادہ؟ یعنی روایت، سند عالی پر مشتمل ہے یا سند سافل پر۔

تقسیم خامس

راوی اور مروی کے اعتبار سے بحث کہ؛ روایت، روایت الاکابر عن الاصاغر کے قبیل سے ہے یا روایت الاصاغر عن الاکابر کے قبیل سے۔

تقسیم سادس

صیغۂ ادا کے اعتبار سے بحث کہ؛ روایت معنعن ہے یا مسلسل؟

تحمل حدیث

تحمل حدیث کے اعتبار سے بحث کہ روایت تحدیث کے طور پر ہے یا اخبار کے طور پر، اجازت کی صورت میں ہے یا وجادہ کی صورت میں۔

بنیادی طور پر اصول حدیث میں، ان مباحث سبعہ سے، اور ان کی ذیلی اقسام سے بحث کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ کتب احادیث، رواۃ احادیث سے متعلق جو تفصیلات آتی ہیں ان سے اس فن میں درک ومہارت حاصل ہوتی ہے۔

تقسیم اوّل

تعداد رواۃ کے لحاظ سے حدیث کی چار قسمیں ہیں:

(۱) متواتر (۲) مشہور (۳) عزیز (۴) غریب

بعض حضرات نے اولاً دو قسمیں کی ہیں:

(۱) خبر متواتر (۲) خبر واحد

پھر خبر واحد کی تین قسمیں کی ہیں:

(۱) مشہور (۲) عزیز (۳) غریب

خبر متواتر

وہ حدیث ہے جس کو روایت کرنے والے ہر طبقہ میں اس قدر ہوں کہ ان سب کا کسی جھوٹی بات پر قصداً متفق ہونا یا ان سب سے اتفاقاً جھوٹ کا صادر ہونا عادۃً محال ہو۔

شرائط متواتر

کسی بھی حدیث کو متواتر اس وقت کہیں گے جب کہ اس میں چار شرطیں پائی جائیں۔

﴿۱﴾ راویوں کی تعداد کثیر ہو۔(۱)

(۱) راویوں کی تعداد کا کثیر ہونا متواتر کی بنیادی شرط نہیں، بلکہ جو دوسری شرط ہے وہ بنیادی ہے کہ راویوں کے کذب پر متفق ہونے کو عقل محال سمجھے۔ اس کے لیے کثیر تعداد کا ہونا اہم قرینہ ہے؛ اس لیے بطور شرط ذکر کرتے ہیں۔ اسی طرح توافق علی الکذب کے محال ہونے کے لیے بعض حضرات نے اور بھی قرائن ذکر کیے ہیں؛ مثلاً راویوں کے وطن کا مختلف ہونا، عادل ہونا کہ یہ بھی ایک قرینہ ہے۔

﴿۲﴾ راویوں کی تعداد اس قدر کثیر ہو کہ کسی جھوٹی بات پر ان سب کے متفق ہونے یا اتفاقاً ان سب سے کذب کے سرزد ہونے کو عقل محال سمجھے۔(۱)

﴿۳﴾ راویوں کی کثرت کا یہ سلسلہ شروع سند سے لے کر آخر سند تک تمام طبقے میں ہو۔

﴿۴﴾ روایت کا تعلق کسی امرِ حسّی سے ہو، یعنی آخری راوی کسی چیز کا دیکھنا، یا سننا بیان کرتا ہو کوئی عقلی اور قیاسی بات نہ ہو۔(۲)

مثال: مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(۳)

یہ حدیث بقول علامہ ابن الصلاحؒ باسٹھ صحابۂ کرام سے منقول ہے اور بقول بعض راویوں کی تعداد سو تک پہنچی ہے جب کہ بقول علامہ نوویؒ دو سو سے زائد ہے۔(۴)

حکم

حدیث متواتر سے علم قطعی، بدیہی حاصل ہوتا ہے۔اس کے مضمون کا انکار کفر ہے اور اس کے راویوں کے حالات کی تحقیق و تفتیش نہیں کی جاتی۔(۵)

تنبیہ: بعض حضرات نے حدیث متواتر کی پانچ شرطیں ذکر کی ہیں، جن میں پانچویں یہ ہے کہ سامع کو علم قطعی اور یقینی حاصل ہو۔(۶) لیکن دیگر حضرات نے اس کو بطور شرط ذکر نہیں کیا ہے۔جیسا کہ علامہ محمود الطحانؒ نے چار ہی شرط ذکر کی ہیں۔(۷)

(۱) جمہور کے نزدیک متواتر کے راویوں کی کوئی تعداد متعین نہیں۔البتہ بعض حضرات نے تعداد متعین کی ہے؛ کہ کم از کم اتنی تعداد تو ضرور ہونی چاہئے۔لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تردید کی ہے۔تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تدریب ص:۱۰۴۔شرح المنظومۃ البیقونیۃ ص:۱۱۹۔

(۲) تدریب ص:۱۰۴۔شرح المنظومۃ البقونیۃ ص:۱۱۸۔(۳) بخاری ص:۳۸۔مسلم ص:۷۲۔(۴) تدریب ص:۱۰۴۔(۵) تدریب ص:۱۰۴۔اکفار الملحدین ص:۶۵۔(۶) تحفۃ الدرر۔(۷) تیسیر مصطلح الحدیث ۲۰۔

فائدہ: متواتر کی شرائط پائے جانے کے بعد بھی کبھی کسی امر خارجی اور کسی خاص مانع کی بناء پر علم یقینی بدیہی حاصل نہ ہو تو اس کو متواتر کہنے کے بجائے مشہور کہیں گے۔(۱)

متواتر کی قسمیں

متواتر کی دو قسمیں ہیں: (۱) متواتر لفظی (۲) متواتر معنوی

متواتر لفظی

وہ حدیث ہے جس کے الفاظ اور معنی دونوں متواتر ہوں، اور اس کے راوی اس قدر زیادہ ہوں کہ ان سب کا کذب پر متفق ہونا محال ہو، اس کا دوسرا نام تواتر اسنادی ہے۔

مثال: نَضَّرَ اللّٰهُ اِمْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِيْ.(۲)

مَنْ بَنٰى لِلّٰهِ مَسْجِداً بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتاًفِي الْجَنَّةِ.(۳)

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ.(۴)

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.(۵)

متواتر معنوی

وہ حدیث ہے جس کے الفاظ مختلف ہوں، مگر ان مختلف الفاظ سے، مجموعی طور پر کوئی ایک بات ثابت ہوتی ہو۔اس کا دوسرا نام قدر مشترک ہے۔

مثال: ﴿۱﴾ بوقت دعا ہاتھ اٹھانے کی روایات، تقریباً سو کے قریب ہیں جن میں مختلف مقامات پر ہاتھ اٹھانے کا تذکرہ ہے؛ مگر ان میں کوئی ایک روایت بھی لفظاً حد تواتر

(۱) تحفۃ الدرر ص:۱۲ (۲) یہ حدیث تیس صحابہ سے مروی ہے۔ (۳) یہ حدیث بیس صحابہ سے مروی ہے۔ (۴) یہ حدیث ستر صحابہ سے مروی ہے۔ (۵) بخاری ص:۳۸۔ تفصیل تدریب میں ملاحظہ ہو۔ج:۱-ص:۱۰۵

تک نہیں پہنچتی، البتہ ان سب سے قدر مشترک ہاتھ اٹھانے کا مفہوم تواتراً ثابت ہوتا ہے۔
﴿۲﴾ اسی طرح نبی اکرم صلی علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر مشتمل روایات۔
﴿۳﴾ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے پر مشتمل روایات۔(۱)
نوٹ : اصول حدیث کی کتابوں میں متواتر کی یہی دو قسم مذکور ہیں۔لیکن علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے مزید دو قسم ذکر فرمائی ہیں۔﴿۱﴾ متواتر عملی ﴿۲﴾ متواتر طبقہ۔اور علامہ شاطبیؒ نے ایک اور قسم، متواتر استدلالی کا اضافہ کیا ہے اس طرح گویا متواتر کی پانچ قسمیں ہوجاتی ہیں، تفصیل حاشیہ میں ملاحظہ ہو۔(۲)

کیا متواتر حدیث کا وجود ہے؟

بعض حضرات نے حدیث متواتر کے وجود کا انکار کیا ہے، مثلاً علامہ ابن الصلاحؒ نے نادرالوجود ہونا اور ابن حبانؒ اور علامہ حازمیؒ نے معدوم ہونا بیان کیا ہے، لیکن حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تردید کی ہے۔موصوف کے بقول ایسا کہنا حدیث کی کثرت اسناد سے ناواقفیت کی علامت ہے۔حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ احادیث متواترہ کی مثالیں بکثرت موجود ہیں، غرض نادرالوجود یا معدوم کہنا حقیقت کے خلاف ہے۔(۳)

(۱) تیسیر مصطلح الحدیث ۲۱، تدریب ص:۱۰۶
(۲) متواتر عملی: وہ حدیث ہے جس پر زمانۂ نبوت سے لے کر ہر زمانہ میں تسلسل کے ساتھ ایک ایسی جم غفیر کا عمل رہا ہو، کہ توافق علی الکذب محال ہو، اس کا دوسرا نام تواترِ توارث ہے، مثلاً یوم عرفہ میں ظہر وعصر کو جمع کرنا اور مزدلفہ میں مغرب وعشاء کو جمع کرنا، یہ سند تو حد تواتر کو نہیں پہنچی ہے؛ مگر ہر زمانہ میں اس پر عمل ہے۔**متواتر طبقہ:** وہ بات جس کو ہر زمانہ میں ایک بڑی جماعت دوسری بڑی جماعت سے نقل کرے۔جن کا توافق علی الکذب محال ہو، جیسے قرآن کریم جس کو ہر زمانہ میں ایک بڑا طبقہ دوسرے بڑے طبقہ سے درساً وتلاوۃً نقل کرتا چلا آرہا ہے، جس سے یقین کامل ہے کہ یہ وہی قرآن ہے؛ جو دورِ نبوت میں اترا تھا۔(معارف السنن ج:۱،ص:۴۶ بقول شاطبیؒ) **متواتر استدلالی:** وہ خبر جس کے الفاظ متواتر تو نہ ہوں، البتہ اس کے دلائل اس قدر ہوں کہ مجموعہ سے اس بات کے قطعی اور یقینی ہونے کا فائدہ ہوتا ہو، البتہ بعض دلائل میں اس کے کرنے پر مدح اور نہ کرنے پر مذمت، یا کسی میں صرف اس کے کرنے کا مطالبہ ہو۔جیسے اجماع، خبر واحد، قیاس کا حجتِ شرعی ہونا، بے شمار دلائل سے ثابت ہے۔جب کہ وہ سب ظنی ہیں، مگر مجموعی روایات سے حجت ہونا معلوم ہوتا ہے۔(علوم الحدیث ص:۵۹) (۳) تدریب ص:۱۰۵۔فتح المغیث ص:۳۱۳)

مشہور

وہ حدیث ہے جسے کم از تین یا تین سے زائد راوی بیان کریں، بشرطیکہ تعداد رواۃ حد تواتر کو نہ پہنچے۔یا راویوں کی تعداد تواتر تک ہو، لیکن اس سے علم یقینی اور بدیہی حاصل نہ ہوتا ہو۔(۱)
مثال : (۱) اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ. (۲)
(۲) طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ. (۳)
(۳) اِذَا جَآءَ اَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ. (۴)

مستفیض

مستفیض؛ خبر مشہور کے ہم معنی اور مترادف ہے، لیکن ایک قول کے مطابق اس میں ایک قید زائد ہے وہ یہ کہ جس کے ہر طبقہ میں راویوں کی تعداد یکساں ہو۔کم زائد نہ ہو۔اس کو مستفیض کہیں گے۔یہ قید مشہور میں نہیں۔(۵)
نسبت: پہلے قول کے مطابق دونوں میں تساوی کی نسبت اور دوسرے قول کے مطابق مشہور عام اور مستفیض خاص ہے۔

مشہور عرفی

اصول حدیث میں مشہور اس حدیث ہی کو کہیں گے جس کی تعریف اوپر بیان ہوئی لیکن کبھی کبھی ایسی حدیث کو بھی مشہور کہہ دیتے ہیں؛ جس میں مشہور اصطلاحی کی تعریف نہیں پائی جاتی۔

تعریف

وہ حدیث ہے جو عوام یا خواص کے درمیان معروف و مشہور ہو، خواہ اس میں مشہور کی

(۱) تحفۃ الدرر ص:۱۰۔ (۲) بخاری ص:۶۔مشکوٰۃ ص:۱۵۔ (۳) ابن ماجہ ص:۲۲۴۔مشکوٰۃ ص۳۴۔
(۴) بخاری ص:۱۲۰،۸۶۷ (۵) تدریب ج:۲،ص:۱۰۱۔

شرطیں نہ پائی جاتی ہوں۔اس قسم کی جو حدیث جس طبقہ میں معروف ومشہور ہوگی۔اس طبقہ کے لحاظ سے اس کو مشہور کہیں گے۔اس لحاظ سے مشہور کی چند قسمیں ہیں۔(۱)

اصولیین کے نزدیک مشہور روایت: رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیَ الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِهُوْا عَلَیْهِ. (۲)

محدثین کے نزدیک مشہور روایت: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَنَتَ شَهْرًا یَدْعُوْ عَلٰی رِعْلٍ وَذَکْوَانَ. (۳)

فقہاء کے نزدیک مشہور روایت: مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَعَلِمَهٗ ثُمَّ کَتَمَهٗ اُلْجِمَ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ. (۴)

عوام کے نزدیک مشہور روایت: اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَةٌ اور لَیْسَ الْخَبْرُ کَالْمُعَایَنَةِ. (۵)

مذکورہ روایات اصطلاحی اعتبار سے حدیث مشہور نہیں ہیں۔مگر مذکورہ طبقہ کے درمیان مشہور ومعروف ہیں۔(۶)

حکم : حدیث مشہور؛ صحیح، حسن اور ضعیف بھی ہوسکتی ہے،البتہ مشہور اصطلاحی اگر صحیح ہو تو اس کو بعد کی دونوں قسموں پر ترجیح حاصل ہوگی۔(۷)

عزیز

وہ حدیث ہے جس کے راوی کم از کم دو ہوں،خواہ ہر طبقہ میں دو ہی ہوں،یا کسی میں زائد بھی ہوگئے ہوں،البتہ کسی طبقہ میں دو سے کم نہ ہوں۔

(۱) تیسیر مصطلح الحدیث ص:۲۴۔ (۲) حاکم ج:۲،ص:۱۹۸۔ (۳) بخاری ص:۹۹۳، ۱۳۶۔
(۴) ترمذی حدیث نمبر ۲۶۴۹،ص:۹۳۔مشکوٰۃ ص:۳۴۔ (۵) ابن حبان ۲۰۷۸۔
(۶) تدریب ج:۲،ص:۱۰۳۔ (۷) تیسیر مصطلح الحدیث ص:۲۵۔

مثال : لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. (۱)

یہ حدیث دو صحابی حضرت انسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔پھر حضرت انسؓ سے حضرت قتادہؓ اور عبدالعزیز بن صہیبؒ نے اور قتادہؓ سے حضرت شعبہؒ اور سعیدؒ نے اور عبدالعزیزؒ سے اسماعیل بن علیہؒ اور عبدالوارثؒ نے پھر ان میں سے ہر ایک سے ایک ایک جماعت نے نقل کی ہے۔اس طرح یہ حدیث عزیز کہلاتی ہے۔(۲)

غریب

وہ حدیث ہے جس کا صرف ایک راوی ہو،خواہ ہر طبقہ میں ایک ہی راوی روایت کرنے والا ہو یا کسی طبقہ میں زائد بھی ہوگئے ہوں۔

قسمیں

کسی بھی طبقہ میں راوی کے ایک ہونے کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں،یا شروع سند میں یا درمیان سند میں یا آخر سند میں ہو۔

غریب مطلق،غریب نسبی

غریب کا دوسرا نام فرد بھی ہے،اس لئے اس تقسیم کو غریب مطلق اور غریب نسبی کے بجائے فرد مطلق اور فرد نسبی سے تعبیر کرتے ہیں۔(۳)

(۱) بخاری ص:۷،مشکوٰۃ ص:۱۲
(۲) شرح المنظومۃ البیقونیۃ:ص:۱۱۰۔تدریب ص:۱۰۶۔
(۳) تیسیر ص:۲۸

فردِ مطلق

وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں یعنی طبقۂ تابعین میں غرابت ہو۔ وہ اس طرح کہ صرف ایک تابعی اس کو نقل کرے، اس کے بعد خواہ سب ہی طبقہ میں یا اکثر طبقہ میں ایک ہی راوی ہو یا ایک سے زائد بھی ہوگئے ہوں۔

مثال : حَدَّثَنَا يَحْيىٰ بْنُ يَحْيَى التَّمِيْمِيُّ قَالَ اَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ بَيْعِ الْوَلَاءِ وَعَنْ هِبَتِهٖ.(۱)

اس حدیث کو حضرت ابن عمرؓ سے صرف عبداللہ بن دینارؒ نے روایت کیا ہے، لہٰذا اس کو فردِ مطلق کہیں گے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْاِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً وَالْحَيَآءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ. (۲)

اس حدیث کو حضرت ابوہریرہؓ سے صرف ابوصالحؒ نے اور ابوصالحؒ سے صرف عبداللہ بن دینارؒ نے نقل کیا ہے؛ اس لئے اس کو فردِ مطلق کہیں گے۔

غریب نسبی

وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع میں غرابت نہ ہو، بلکہ اس طبقہ میں ایک سے زائد راوی ہوں، البتہ وسطِ سند یا آخر سند میں غرابت ہو۔

مثال: عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلٰى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ. (۳)

(۱) مسلم ج:۱، ص:۴۹۵۔ (۲) بخاری ص:۶۔ مسلم ۴۷۔ (۳) صحیحین۔

اس حدیث کو امام زہریؒ سے یعنی طبقۂ اولیٰ کے بعد صرف مالک نے روایت کی ہے۔(۱)

اگر روایت صرف ایک صحابی سے مروی ہو

راوی کے ایک ہونے سے مراد یہ ہے کہ طبقۂ تابعین میں یا اس کے بعد راوی صرف ایک ہو، اگر کسی حدیث کا راوی صرف ایک صحابی ہو تو اس حدیث کو غریب نہیں کہیں گے۔ یہی رائے ملا علی قاریؒ اور حافظ ابن حجرؒ کی ہے۔ البتہ صاحب تیسیر مصطلح الحدیث کے بقول صحابی بھی اگر ایک ہی ہو تو اس کو بھی غریب کہیں گے۔

مثال: اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ. (۲)

ان کے نزدیک غریب ہے؛ اس بناء پر کہ طبقۂ صحابی میں صرف حضرت عمرؓ اس کے راوی ہیں۔ تاہم یہ حدیث ان حضرات کے نزدیک بھی غریب ہے مگر وہ اس بنا پر کہ طبقۂ تابعین میں صرف حضرت علقمہؒ نقل کرتے ہیں۔(۳)

غریب کے ایک اور معنی

غریب کبھی شاذ (ثقہ راوی اپنے سے اوثق راوی کے خلاف روایت کرتا ہو) کے معنی میں آتا ہے۔ علامہ بغویؒ مصابیح السنۃ میں جہاں "هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ" کہتے ہیں وہاں شاذ ہی مراد لیتے ہیں۔

حدیث کے صحیح ہونے کے لئے عزیز ہونا شرط ہے؟

کسی بھی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اس کا عزیز ہونا شرط نہیں، لہٰذا حدیث غریب بھی صحیح ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس کے راوی ثقہ ہوں۔ بعض حضرات نے عزیز ہونا شرط قرار دیا ہے؛ مگر یہ قول جمہور کے خلاف ہے، ورنہ تو بخاری کی اوّل وآخر حدیث کو بھی غیر صحیح اور ضعیف کہنا پڑے گا۔(۴)

(۱) تیسیر ص:۳۰۔ (۲) مشکوٰۃ ص:۱۳۔ (۳) تیسیر ص:۲۹۔ (۴) شرح المنظومۃ البیقونیۃ ص:۱۱۰۔

اعتبار

کسی بھی حدیث کے متعلق یہ جاننے کی کوشش کرنا کہ اس حدیث کو ایک راوی کے علاوہ کسی اور نے روایت کی ہے یا نہیں؟ اگر کسی اور نے کی ہے تو وہ روایت اس کے موافق ہے یا مخالف؟ اگر موافق ہے تو موافقت لفظی ہے یا صرف معنوی؟ نیز یہ دونوں قسم کی روایت ایک ہی صحابی سے مروی ہے یا الگ الگ صحابی سے؟ اس مقصد کے لئے احادیث اور سند کو جمع کرنا ''اعتبار'' کہلاتا ہے؟(۱)

متابعت

ایک راوی دوسرے راوی کی روایت کے موافق روایت نقل کرے تو اس کو متابعت کہتے ہیں۔ متابعت سے حدیث کی تائید وتقویت ہوتی ہے۔ متابعت وتائید دوطرح سے ہوتی ہے۔

متابع

وہ حدیث ہے جس کو اس کے راوی لفظ ومعنی دونوں میں؛ یا صرف معنی میں کسی حدیث کے موافق نقل کرے اور دونوں حدیث کسی ایک ہی صحابی سے مروی ہو۔(۲)

متابعت کی قسمیں

اس کی دو قسمیں ہے: (۱) متابعت تامہ (۲) متابعت قاصرہ

راوی نے جو حدیث جس شیخ کے واسطہ سے نقل کی ہے؛ اگر اس کی موافقت میں روایت بیان کرنے والے نے بھی اسی شیخ کے واسطہ سے نقل کی؛ تو اس کو متابعت تامہ کہیں گے۔

(۱) تدریب ص:۱۲۹۔ فتح العیث ص:۱۰۴۔ تحفۃ الدررص:۲۰۱۔ (۲) تیسیر ص:۱۴۱۔ شرح نخبۃ الفکرص:۴۵۔ رسائل اصول حدیث ص:۲۶۔

مثال: مَارَوَاهُ الشَّافِعِيُّ فِي الْاُمّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلشَّهْرُ تِسْعٌ وَّعِشْرُوْنَ فَلاَ تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلاَلَ وَلاَ تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ فَاَكْمِلُوا الْعِدَّةَ ثَلاَثِيْنَ.

اس روایت کو امام شافعیؒ نے مالکؒ سے اور وہ عبداللہ بن دینارؒ سے اور وہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن شروع میں یہ محسوس ہوا کہ امام مالکؒ سے اس روایت کو نقل کرنے میں امام شافعیؒ منفرد ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث غریب ہے؛ مگر پھر معلوم ہوا کہ امام مالکؒ سے نقل کرنے والے دوسرے شاگرد عبداللہ بن مسلمہ قعنبیؒ بھی ہیں؛ تو اس سے امام شافعیؒ کی متابعت اپنے شیخ میں ہوئی؛ اس بناء پر اسے متابعت تامہ کہیں گے۔

متابعت قاصرہ

راوی نے جو حدیث جس شیخ کے واسطہ سے نقل کی ہے اگر اس کی موافقت میں روایت نقل کرنے والے نے اس کے شیخ سے نہیں؛ بلکہ شیخ کے شیخ یا اوپر کے واسطہ سے نقل کی ہے؛ تو اس کو متابعت قاصرہ کہیں گے۔

مثال: مذکورہ روایت ہی ابن خزیمہ میں اس سند کے ساتھ مذکور ہے۔

عَنْ عَاصِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ (بلفظ) فَاَكْمِلُوا ثَلاَثِيْنَ.

دونوں حدیث کے آخری جملہ میں معنیً کوئی فرق نہیں، البتہ اس حدیث کی سند میں محمد بن زیدؒ، پہلی حدیث کی سند کے عبداللہ بن دینارؒ کے مقابل ہوئے اور دونوں اپنے شیخ الشیخ ابن عمرؓ سے روایت کرنے میں موافق ہوئے؛ اس بناء پر متابعت قاصرہ کہیں گے۔(۱)

(۱) تدریب ص:۱۳۰۔

شاہد

وہ حدیث ہے جس کو راوی لفظ و معنی دونوں یا صرف معنی میں حدیث غریب کے موافق نقل کرے، مگر دونوں روایت الگ الگ صحابی سے مروی ہوں۔(۱)

مثال: عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوْا الْعِدَّةَ ثَلاثِيْنَ.

مذکورہ بالا دونوں روایت کے بالمقابل راوی نے اس روایت کو دوسرے صحابی حضرت ابن عباسؓ سے نقل کی ہے، اس بناء پر اس کو شاہد کہیں گے۔(۲)

نوٹ: بعض حضرات نے متابع اور شاہد کی دوسری تعریف کی ہے۔

یعنی وہ روایت جو صرف الفاظ میں دوسری روایت کے موافق ہو؛ اس کو متابع کہیں گے اور وہ روایت جو صرف معنی میں دوسری روایت کے موافق ہو؛ اس کو شاہد کہیں گے۔(۳)

(۱) تیسیر ص:۱۴۱۔شرح نخبہ ص:۴۵۔علوم الحدیث ص:۲۰۷۔رسائل اصول حدیث ص:۲۶۔

(۲) تیسیر ص:۱۴۱۔

(۳) مقدمہ اعلاء السنن۔تیسیر ص:۱۴۱۔

فقہاء احناف کے نزدیک حدیث کی تقسیم

فقہاء احناف نے حدیث کی جو اقسام اصول فقہ میں ذکر کی ہیں؛ وہ محدثین کی ترتیب سے قدرے مختلف ہیں۔فقہاء اولاً حدیث کی دو قسم کرتے ہیں:

حدیث مسند   حدیث مرسل

مسند

وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی مذکور ہوں، کہیں بھی سند میں انقطاع نہ ہو، اس کو مسند کہتے ہیں۔

مرسل

وہ حدیث ہے جس کی سند میں انقطاع ہو یعنی جس کے تمام راوی مذکور نہ ہوں، خواہ سارے ہی محذوف ہوں یا بعض۔

مسند کی تقسیم

مسند کی تین قسمیں ذکر کرتے ہیں:(۱) متواتر (۲) مشہور (۳) خبر واحد

متواتر

متواتر کی تعریف اور شرائط بعینہٖ وہی ذکر کرتے ہیں جو محدثین نے ذکر کی ہیں۔

مشہور

وہ حدیث ہے جو دور صحابہ کے بعد تواتر کی حد کو پہنچ جائے، خواہ عہد صحابہ میں وہ غریب ہو یا عزیز۔ یہ تعریف محدثین کے نظریہ کے مطابق متواتر کی ہو جاتی ہے کیوں کہ ان کے نزدیک دور صحابہ میں کثرت تعداد کا اعتبار نہیں۔

خبر واحد

وہ حدیث ہے جو زمانۂ صحابہ کے بعد تواتر وشہرت کی حد تک نہ پہنچ سکے، بلکہ اس کے راوی ایک ہو یا دو یا اس سے زائد۔ اور یہ صورت صحابہ کے بعد ہر طبقہ میں ہو۔ یا کسی ایک میں۔ غرض خبر واحد کی اقسام میں سے مشہور نہیں، بلکہ مشہور، خبر متواتر کی قسم ہے۔ (فواتح الرحموت، بحوالہ علوم الحدیث:ص:۷۷/۷۸)

خبر واحد کی تقسیم

حدیث کے مقبول ومعتبر ہونے کے لئے راوی میں مطلوبہ چند صفات کا ہونا ضروری ہے، اگر وہ مطلوبہ صفات، راوی میں موجود ہیں تو حدیث مقبول ورنہ مردود وضعیف لہٰذا راوی کے حالات وصفات کے لحاظ سے خبر واحد کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مقبول (۲) مردود

مقبول

وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی معتبر اور ثقہ ہوں۔ (۱)

حدیث مقبول کی تقسم

(۱) راویوں میں پائی جانے والی صفات میں فرق مراتب کے لحاظ سے۔

(۲) حدیث مقبول میں باہمی تعارض ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے۔

(۳) حدیث میں مضمون کی زیادتی ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے۔ (۲)

(۱) کتب حدیث میں حدیث مقبول کے لیے جید، قوی، صالح، مجود، ثابت، محفوظ، معروف، وغیرہ اس قسم کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

(۲) تحفۃ الدرر ص:۲۱،۱۹۔

حدیث مقبول کی تقسیم اوّل

راوی میں اگر مطلوبہ صفات پائی جاتی ہیں تو ظاہر ہے کہ سب ہی راوی میں وہ صفات ایک درجہ اور رتبہ میں نہیں ہوسکتیں؛ بلکہ ان میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوگا، لہٰذا راویوں میں اسی فرقِ مراتب کے لحاظ سے حدیث مقبول کی یہ تقسیم ہے۔ (۱)

(۱) راویوں کی صفات میں فرق مراتب کے لحاظ سے حدیث مقبول کی چار قسمیں ہیں:

(۱) صحیح لذاتہ (۲) حسن لذاتہ (۳) صحیح لغیرہ (۴) حسن لغیرہ

صحیح لذاتہ

وہ حدیث ہے جس کے تمام راوی عادل، تام الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو، نیز وہ حدیث معلل اور شاذ نہ ہو۔ (۲)

شرائط

کسی بھی حدیث کو صحیح لذاتہ اس وقت کہیں گے جب کہ اس میں پانچ شرطیں پائی جائیں:

(۱) تمام راوی عادل ہوں۔

(۲) تمام راوی تام الضبط ہوں۔

(۳) وہ حدیث متصل السند ہو۔

(۱) ایک شبہ: جب مقبول کی یہ سب ہی قسمیں لائق عمل ہوتی ہیں تو پھر تقسیم کا کیا فائدہ؟ حافظ ابن حجرؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اس تقسیم کا فائدہ بوقت تعارض ظاہر ہوگا، یعنی دو روایتوں میں تعارض ہو مثلاً صحیح لذاتہ اور لغیرہ کے درمیان تو صحیح لذاتہ کو ترجیح دیں گے۔ (شرح نخبۃ الفکر ص:۳۴،۳۵)

(۲) اس تعریف سے معلوم ہوا کہ اس میں تین شرطیں وجودی ہیں اور دو سلبی یا یوں کہیے کہ اس میں دو کا تعلق راوی سے اور تین کا تعلق روایت سے ہے۔

(۴) وہ حدیث معلل نہ ہو۔

(۵) وہ حدیث شاذ نہ ہو۔(۱)

وضاحت

''عادل'' ہونے سے مراد یہ ہے کہ راوی متقی پرہیزگار ہو، گناہ کبیرہ سے بچتا ہو۔ اور گناہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو، نیز ایسی معمولی باتوں سے بھی بچتا ہو؛ جو خلاف مروت یعنی گھٹیا اور خسیس ہوں اور اس سے انسان کا تقوی اور اس کی عدالت متأثر ہوتی ہو، مثلاً راستہ میں بول و براز کرنا یا راستہ میں کھانا، پینا۔

تام الضبط کا مطلب یہ ہے کہ راوی حدیث کو یاد اور محفوظ رکھنے کا پورا اہتمام کرے، خواہ بذریعہ حفظ یا بذریعہ تحریر۔

ضبط کی قسم: (۱) ضبط بالصدر (۲) ضبط بالکتابۃ

ضبط بالصدر: یہ ہے کہ حدیث اس طرح یاد اور محفوظ رکھنا کہ جب چاہے بلا تامل اور بلا تکلف بیان کردے۔

ضبط بالکتابۃ: یہ ہے کہ راوی حدیث کو خوب اچھی طرح لکھ لے تصحیح کے ساتھ، مشتبہ الفاظ پر اعراب لگالے اور اس وقت تک محفوظ رکھے؛ جب تک بیان نہ کردے۔

علت: اس کے معنی مخفی اور پوشیدہ عیب کے آتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ روایت میں پائی جانے والی ایسی مخفی کمزوری اور عیب؛ جس کو اہل فن ہی سمجھ سکیں مثلاً راوی وہم کی بنا پر سند یا متن میں اس طرح تبدیلی کردے کہ ہر شخص کو پتہ نہ چل سکے؛ بلکہ ماہر فن جب تمام سندوں

(۱) تیسیر مصطلح الحدیث ص:۳۵۔

کو جمع کرے تو اس کو ہی وہمی تبدیلی کا پتہ چل سکے، جس روایت میں یہ علت خفیہ ہو، اس کو حدیث معلل کہیں گے۔(۱)

شاذ: کا مطلب یہ ہے کہ ایک راوی ثقہ ہے، اس نے کوئی روایت نقل کی جب کہ اس کی یہ روایت اوثق راوی کی روایت کے خلاف ہے، تو ثقہ کی روایت کو شاذ کہیں گے۔

متصل السند: یعنی شروع سند سے لے کر اخیر سند تک ہر راوی مذکور ہو، کوئی بھی راوی محذوف نہ ہو۔

مثال: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ يُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَرَأَ فِي الْمَغْرِبِ بِالطُّوْرِ. (بخاری)

اس روایت میں پانچوں شرطیں بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔

حکم: محدثین وفقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث پر عمل کرنا واجب ہے، جبکہ اس سے وجوب معلوم ہوتا ہے۔ اس کو ترک کرنے کی گنجائش نہیں اور یہ حجت شرعیہ ہے۔(۲)

سب ہی صحیح لذاتہ ایک درجہ کی نہیں

جتنی بھی احادیث صحیح لذاتہ کہلاتی ہیں؛ وہ سب ایک درجہ کی نہیں، بلکہ ان میں مختلف درجات ہیں؛ کیونکہ صحیح کے لئے راوی کا عادل اور تام الضبط ہونا ضروری ہے، مگر ظاہر ہے کہ عدالت اور ضبط میں سبھی راوی یکساں نہیں ہو سکتے، بعض میں یہ اوصاف اعلی درجہ کے ہوں گے تو بعض میں یہ اوصاف نسبتاً کم۔ پہلی صورت میں حدیث اعلی درجہ کی صحیح کہلائے گی اور دوسری صورت میں نسبتاً اس سے کمتر درجہ کی صحیح۔ یہی حال حسن لذاتہ کا ہے۔(۳)

(۱) فوائد قیود: عادل کی قید سے فاسق وکاذب کی روایت، تام الضبط کی قید سے کثیر الغفلۃ اور فحش غلطی کرنے والے کی روایت اور متصل السند سے منقطع اور شاذ نہ ہو سے اوثق کی روایت خارج ہوگئی۔ (شرح المنظومۃ البیقونیۃ مع الحاشیہ ص:۴۳) (۲) تیسیر مصطلح الحدیث ص:۳۶۔ (۳) تیسیر مصطلح الحدیث ص:۴۳۔

احادیث صحیحہ کی درجہ بندی

احادیثِ صحیحہ کے درمیان فرق مراتب کا تعلق تو راویوں کے مقام ومرتبہ پر مبنی ہے۔ لیکن بعض مؤلفین نے حدیث قبول کرنے کی بہت ہی سخت شرطیں رکھی ہیں، یا صرف مقبول احادیث ہی نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے۔اس اعتبار سے سات درجے مقرر کئے گئے ہیں۔

(۱) وہ حدیث جو بخاری ومسلم دونوں میں مذکور ہو۔

(۲) وہ حدیث جو صرف بخاری میں مذکور ہو۔

(۳) وہ جو حدیث جو صرف مسلم میں مذکور ہو۔

(۴) وہ حدیث جو ان دونوں کے شرائط کے مطابق ہو۔

(۵) وہ حدیث جو صرف بخاری کی شرط پر ہو۔

(۶) وہ حدیث جو صرف مسلم کی شرط پر ہو۔

(۷) ان دونوں کی شرطوں پر نہ ہو۔ البتہ ان محدثین نے نقل کیا ہو جو احادیث صحیحہ ہی نقل کرنے کا اہتمام کرتے ہوں مثلاً مؤطا امام مالک، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمہ وغیرہ۔(۱)

ایک اہم انتباہ

احادیث صحیحہ کے درمیان مذکورہ بالا فرق مراتب کتابوں کے لحاظ سے ہے، تاہم اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر حال میں اس ترتیب کا لحاظ ہوگا، بلکہ کبھی دیگر قرائن کی بناء پر کسی نچلے درجہ والی حدیث کو ترجیح دی جاسکتی ہے، مثلاً مسلم کی وہ روایت جو مشہور ہو، بخاری ومسلم دونوں کی ذکر کردہ اس روایت پر راجح ہوگی، جو غریب ہو، اسی طرح اگر کوئی حدیث اصح ترین اسانید میں سے ہو، اوران دونوں میں وہ حدیث مذکور نہ ہوتو اس باب میں وہ حدیث اس روایت پر راجح ہوگی، جسے دونوں میں سے کسی ایک نے ذکر کیا ہو۔(۲)

(۱) آسان اصول حدیث ص:۲۷۔تیسیر ص:۴۳ (۲) علوم الحدیث ص:۹۴۔

فائدہ: علامہ بغویؒ نے اپنی کتاب ''مصابیح السنۃ'' میں جس کا نام اضافہ کے بعد خطیب تبریزیؒ نے ''مشکوۃ المصابیح'' رکھا، اس میں جب وہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح روایت ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ صحیحین میں ہے اور حسان جب کہتے ہیں تو ان کی مراد ہوتی ہے کہ سنن اربعہ کی روایت ہے۔ یہ ان کی اپنی اصطلاح ہے۔(۱)

(۱) تدریب ص:۸۴۔

حسن لذاتہ

وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی، خفیف الضبط ہو اور صحیح لذاتہ کی باقی چاروں شرطیں اس میں موجود ہوں۔(۱)

وضاحت

یعنی وہ حدیث جس میں صحیح لذاتہ کی چار شرطیں (راوی کا عادل ہونا، روایت کا متصل السند ہونا، معلل اور شاذ نہ ہونا) موجود ہوں، لیکن پانچویں شرط ''تام الضبط'' نہ پائی جائے، بلکہ راوی کی یادداشت کمزور و ناقص ہو، البتہ اس درجہ بھی کمزور نہ ہو کہ اس کی روایت غیر معتبر ہو۔

مثال: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ اَبِىْ عِمْرَانَ الْجَوْنِى عَنْ اَبِىْ بَكْرِ بْنِ اَبِىْ مُوْسَى الْاَشْعَرِىِّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِىْ بِحَضْرَةِ الْعَدُوِّ قَالَ: يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّةِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ.(۲)

یہ حدیث حسن لذاتہ اس بناء پر ہے کہ اس روایت کے چاروں راوی ثقہ ہیں، البتہ جعفر بن سلیمانؒ کا حافظہ کمزور ہے۔

حکم: قوت میں صحیح لذاتہ سے کمتر، لیکن حجت و استدلال میں صحیح کے برابر ہے، اور اس پر عمل کرنا واجب ہے۔(۳)

کوئی حدیث صحیح اور حسن دونوں ہوسکتی ہے؟

مذکورہ تعریف سے واضح ہوا کہ حدیث صحیح اور حدیث حسن کے درمیان تباین کی

(۱) تحفۃ الدرر ص:۱۷۔ (۲) ترمذی ص:۲۹۵۔ مشکوٰۃ ۳۳۴۔ (۳) تیسیر ص:۴۶۔

نسبت ہے کہ جس راوی میں کمال ضبط ہو؛ وہ صحیح اور جس میں نقصان ضبط ہو؛ وہ حسن کہلاتی ہے۔ لہٰذا جو حدیث صحیح ہوگی وہ حسن نہیں ہوگی، مگر اس کے باوجود حضرت امام ترمذیؒ نے بعض احادیث کو ''حسن صحیح'' قرار دیا ہے؛ یہ کیونکر درست ہوگا۔

اس اشکال کے مختلف جوابات دئے گئے ہیں۔ یہاں دو جواب نقل کئے جاتے ہیں:

(۱) درحقیقت ''حسن صحیح'' امام ترمذیؒ کی اپنی ایک خاص اصطلاح ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ہر وہ حدیث جس کا کوئی راوی؛ متہم بالکذب نہ ہو، وہ حدیث شاذ اور معلل نہ ہو، نیز متعدد طرق سے مقبول ہو، خواہ کوئی راوی خفیف الضبط ہو یا نہ ہو، ایسی حدیث کو ''حسن صحیح'' کہیں گے۔ گویا حسن ہونے کے لئے جمہور کی طرح حافظہ کی کمی کو شرط قرار نہیں دیتے۔ ظاہر ہے حسن کی اس تعریف کے مطابق ایک ہی حدیث؛ صحیح اور حسن دونوں ہو سکتی ہے، بایں طور کہ جس روایت پر امام ترمذیؒ کی حدیث حسن کی تعریف صادق آ رہی ہو اگر اس کے سب ہی راوی تام الضبط کی صفت سے متصف ہوں اور کوئی علت بھی نہ ہو تو وہ حسن اور صحیح دونوں ہوگی اور تام الضبط نہ ہو، یا کوئی علت ہو؛ تو صرف حسن ہوگی؛ اس لئے ان کے نظریہ کے مطابق کوئی اشکال نہیں۔(۱)

(۲) ''حسن صحیح''، کسی ایسی حدیث کو امام ترمذیؒ کہتے ہیں، جس کی دو یا اس سے زائد سند ہو تو ایک سند کے اعتبار سے حسن اور ایک سند کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہے اور اگر ایک ہی سند سے منقول ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ بعض محدثین کے نزدیک حسن اور بعض کے نزدیک صحیح ہے۔(۲)

صحیح لغیرہ

وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی خفیف الضبط ہو مگر متعدد سند سے منقول ہونے کی وجہ سے صحیح کے درجہ میں آ جائے۔

(۱) درس ترمذی ص:۱۶۷۔ (۲) تدریب ص:۸۲۔

وضاحت

صحیح لغیرہ اس حدیث کو کہیں گے جو اصلاً حسن لذاتہ ہو، مگر وہ حدیث کئی سند سے مروی ہو اور راوی میں خفت ضبط اور سوءِ حفظ کی جو کمی تھی؛ اس کمی کی تلافی تعددِ سند سے ہوگئی ہو اس کو لغیرہ اس بناء پر کہتے ہیں کہ صحت کا حکم دوسری سند کی وجہ سے ہوتا ہے۔

مثال : عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَوْلَآ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلَاةٍ.(۱)

اس روایت میں، محمد بن عمرو، صدق وعدالت میں مشہور ہیں البتہ ان کا حافظہ کمزور تھا، اس بناء پر بعض حضرات نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے اور بعض نے عدالت کی بناء پر توثیق کی ہے؛ تو حافظہ کی کمزوری کی بناء پر حسن ہے، لیکن دیگر طرق سے بھی مروی ہے جس سے ابوسلمہؒ کی متابعت ہوتی ہے، لہٰذا سوءِ حفظ کی جو کمی تھی؛ اس کی تلافی ہوگئی اور حدیث حسن کے بجائے صحیح لغیرہ قرار پائی۔(۲)

حکم: حسن لذاتہ سے اوپر اور صحیح لذاتہ سے کمتر شمار ہوتی ہے اور قابل استدلال و لائق عمل ہے۔(۳)

حسن لغیرہ

وہ حدیث ہے جس کا ضعف تعددِ سند کی وجہ سے ختم ہوگیا ہو، بشرطیکہ اس کا سببِ ضعف راوی کا سوءِ حفظ، یا مجہول ہونا، یا روایت کا انقطاعِ سند ہو۔(۴)

وضاحت

حسن لغیرہ اس حدیث ضعیف کو کہیں گے جس کا راوی سیئ الحفظ یا مجہول و مستور ہو

(۱) صحیحین۔ مشکوٰۃ ص:۴۴۔ (۲) تدریب ص:۸۹۔ (۳) تیسیر ص:۵۱۔ (۴) تیسیر ص:۵۲

یا اس کی سند متصل ہونے کے بجائے منقطع ہو البتہ وہی روایت دوسری اور سندوں سے منقول ہو جس سے اس کا ضعف ختم ہوجائے اور اس کثرتِ سند کی بناء پر درجۂ حسن کو پہنچ جائے گویا اصلاً حدیث ضعیف ہے، البتہ تائیدی روایت سے وہ حسن لغیرہ بن جاتی ہے، اگر وہ تائیدی روایت نہ ہوتی تو وہ حدیث ضعیف ہی رہتی۔(۱)

مثال: عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِیْعَةَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِیْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰی نَعْلَیْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِکِ وَمَالِکِ بِنَعْلَیْنِ؟ قَالَتْ نَعَمْ فَاَجَازَهٗ.(۲)

اس حدیث کے راویوں میں حضرت عاصم سوءِ حفظ کی بناء پر ضعیف ہیں، لیکن یہی حدیث حضرت عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور ابوحدردؓ کے واسطہ سے منقول ہے اس وجہ سے یہ حسن لغیرہ قرار پائی ہے۔(۳)

حکم: حسن لذاتہ سے کمتر اور حدیث ضعیف سے برتر ہے، اسی بناء پر لائق استدلال و حجت ہے البتہ بوقت تعارض حسن لذاتہ راجح ہوگی۔(۴)

حسن لغیرہ کی چار صورتیں

چار باتوں میں سے کسی ایک کے پائے جانے پر حدیث ضعیف، حسن لغیرہ قرار پاتی ہے۔

(۱) جو حدیث راوی کے سوءِ حفظ کی بناء پر ضعیف ہو اور اس کا کوئی متابع مل جائے اور وہ متابع اصل راوی سے اعلیٰ یا مساوی درجہ کا ہو۔

(۲) جو حدیث راوی کے مجہول الحال ہونے کی بناء پر ضعیف ہو اور اس کا کوئی متابع مل جائے۔

تدریب ص:۹۰۔ (۲) مشکوٰۃ ص:۲۷۷۔ ترمذی ص:۲۱۱۔ (۳) تیسیر ص:۵۳۔ (۴) تیسیر ص:۹۰۔

(۳) جو حدیث منقطع السند ہونے کی بناء پر ضعیف ہو اور اس کا کوئی متابع مل جائے۔

(۴) جو حدیث تدلیس کی بناء پر ضعیف ہو اور محذوف راوی کا پتہ نہ چل رہا ہو اس کا کوئی متابع مل جائے۔

تو ان چاروں صورتیں میں حدیث ضعیف، حسن لغیرہ اور قابل استدلال ہو جاتی ہے(۱)۔

کونسی ضعیف حدیث، حسن لغیرہ بن سکتی ہے؟

کوئی بھی ضعیف حدیث، متابع اور تعدد طرق کی بناء پر مطلقاً حسن لغیرہ نہیں بن جاتی بلکہ حدیث ضعیف کے، سببِ ضعف کو دیکھنا ہوگا کہ اگر سبب ضعف، سوء حفظ، انقطاع سند، یا راوی کا مجہول و مستور ہونا ہے تو متابع اور کثرت طرق سے ضعف ختم ہو جائے گا اور اس قسم کی حدیث، حسن لغیرہ ہو جائے گی، لیکن اگر راوی کذاب، یا متہم بالکذب ہو یا فاسق ہو، تو متابع اور کثرت طرق کی بناء پر ضعف دور نہ ہوگا اور وہ حسن لغیرہ کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتی۔(۲)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِ الْكَرِيْمِ.

حدیث ضعیف

بعض حضرات نے حدیث کی اولاً تین قسمیں کی ہیں۔ صحیح، حسن، اور ضعیف۔ پھر صحیح اور حسن کی دو الگ الگ قسم کرنے کے بعد حدیث ضعیف کو ذکر کیا ہے اور بعض حضرات نے حسن، حدیثِ مقبول اور مردود کا عنوان قائم کر کے اولاً مقبول کی سبھی قسموں کو ذکر کیا اس کے بعد حدیث ضعیف کی تفصیلات ذکر کی ہیں۔

(۱) تحفۃ الدرر ص:۴۵۔ تدریب ص:۹۰۔ (۲) تیسیر ص:۵۲۔ تدریب ص:۹۰۔

حدیث ضعیف کی تعریف

وہ حدیث ہے جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی کوئی شرط نہ پائی جائے۔

وضاحت : یعنی اس روایت میں عدالت، ضبط، اتصال سند، عدم شذوذ اور عدم علت، ان شرطوں میں سے سب یا کوئی بھی ایک شرط نہ پائی جائے تو اس کو ضعیف کہیں گے۔ ضعیف ہی کا دوسرا نام مردود ہے۔

مثال : عَنْ حَكِيْمِ الْاَثْرَمِ عَنْ اَبِيْ تَمِيْمَةَ الهجيمى عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَتٰى حَائِضاً اَوِامْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِناً فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ.(۱)

اس حدیث کو بخاریؒ نے ضعیف کہا ہے کیوں کہ ائمہ جرح وتعدیل نے اس حدیث کی سند میں مذکور راوی حکیم اثرم کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۲)

حکم : حدیث ضعیف سے دو قسم کا حکم متعلق ہوتا ہے۔

(الف) حکم روایت (ب) حکم عمل۔

حکم روایت : ضعیف حدیث اگر موضوع نہ ہو تو دو شرطوں کے ساتھ اس کو بیان کر سکتے ہیں۔

(۱) عقائد (صفات خدا وغیرہ) سے حدیث کا تعلق نہ ہو۔

(۲) حلال وحرام سے وہ روایت متعلق نہ ہو۔

گویا اس روایت کا تعلق فضائل، ترغیب وترہیب، وعظ وقصص سے ہو تو بیان کر سکتے ہیں۔(۳)

(۱) مشکوٰۃ شریف ص:۵۶۔ ترمذی ص:۳۵۔ (۲) تیسیر ص:۶۴۔ (۳) تقریب التہذیب ص:۲۹۸۔ مقدمۃ ابن الصلاح ص:۴۰۔ تیسیر ص:۶۵۔

حکم عمل: حدیث ضعیف پر عمل کرنے کے سلسلہ میں علماء نے تین شرطیں ذکر کی ہیں:

(الف) ضعیف حدیث کا ضعف شدید نہ ہو، یعنی راوی کذاب، یا مُتّہم بالکذب نہ ہو، یا بہت ہی زیادہ غلطی نہ کرتا ہو۔

(ب) وہ حدیث قواعد شرعیہ، اور اصل کلی کے عموم میں داخل ہو، موضوع اس سے خارج ہوگئی کیوں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

(ج) ضعیف حدیث پر عمل احتیاط کے طور پر کرے، اس کے ثبوت کا اعتقاد رکھ کر عمل نہ کرے، تا کہ غلط انتساب کا اندیشہ نہ رہے۔ (۱)

فائدہ : (۱) علامہ شامیؒ اور دیگر اصحاب فن نے لکھا ہے کہ جب حدیث ضعیف بغیر سند کے نقل کرنی ہو تو اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ یہ کہہ کر نقل نہ کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یعنی ایسے الفاظ استعمال نہ کرو؛ جس سے یقین ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے؛ بلکہ اس طرح کہو کہ آپ ﷺ سے مروی ہے یا اس طرح وارد ہے۔ یا اس طرح آپ ﷺ سے منقول ہے۔ اسی طرح جس حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے میں شک ہو اس کو اسی انداز میں بیان کرو۔ یعنی اس طرح منقول ہے، وارد ہے۔

(۲) ضعیف حدیث پر عمل کے سلسلہ میں بعض حضرات کی رائے مختلف ہے، اس کے لئے اس فن کی متداول کتب کی طرف مراجعت کی جائے۔

حدیث ضعیف کی قسمیں

حدیث ضعیف کی تعریف (جس میں صحیح اور حسن کے شرائط نہ پائے جائیں) سے

(۱) حافظ ابن حجرؒ نے ان الفاظ میں شرائط ذکر فرمائے ہیں: ذكر شيخ الاسلام له ثلاث: احدها ان يكون الضعيف غير شديد الضعف فيحترز من الكذابين والمتهمين بالكذب، ومن فحش غلطه. والثاني: ان يندرج تحت اصل معمول به، والثالث: ان لا يقصد عند العمل به ثبوته بل يعتقد الاحتياط، تدريب: انہی کی اتباع کرتے ہوئے صاحب تیسیر نے ص:۶۶ پر اور علامہ شامیؒ نے بھی مختصر انداز میں شامی ج:۱-ص:۹۵ میں ذکر فرمایا ہے۔

اندازہ ہوتا ہے کہ ان شرائط کے نہ پائے جانے کی مختلف صورتیں ہوں گی، اسی بناء پر اس کی بہت سی قسمیں نکلتی ہیں۔ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی کے بقول، اس کی انچاس قسمیں ہیں، علامہ عراقیؒ نے بیالیس قسمیں قرار دی ہے۔ ایک قول تریسٹھ اور دوسرا قول ایک سوانتیس کا بھی ہے۔ مگر مشہور قول ایک سوتیرہ کا ہے۔ (۱)

احادیث ضعیفہ کے مراتب

احادیث ضعیفہ کی جو مشہور اقسام ہیں وہ سب ایک درجہ کی نہیں بلکہ ضعف میں کمی اور زیادتی کے اعتبار سے ان میں فرق مراتب ہے۔ ملاعلی قاریؒ نے نخبۃ الفکر کی شرح میں ضعیف احادیث کا مرتبہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نزول کرتے ہوئے اس طرح لکھا ہے۔

معلق: (باستثناء بخاری) معضل، منقطع، مرسل جلی، مرسل خفی، مدلس۔

بوجہِ طعن راوی: موضوع، متروک، منکر، مختلط، معلل، روایت مبتدع، روایت مجہول۔ (۲)

وہ حدیث جس کو تلقی بالقبول کا درجہ حاصل ہو

تلقی بالقبول کا مطلب یہ ہے کہ محدثین اور علماء نے جس حدیث ضعیف کو عمل واستدلال دونوں کے حق میں قبول کرلیا ہو، یا جس کی روایت بغیر کسی انکار کے محدثین کے یہاں مشہور ومعروف ہو۔ (۳)

خیال رہے کہ تلقی بالقبول ہونے کے لئے محدثین وائمہ فن کا قبول کرنا، اس سے استدلال کرنا اور اس روایت پر عمل کرنا مراد ہے، نہ کہ صرف عوام الناس کا عمل کرنا، لہٰذا جب

(۱) علوم الحدیث ص:۱۲۵۔ (۲) شرح نخبۃ الفکر ملاعلی قاریؒ ص:۷۲۔ علوم الحدیث ص:۱۲۴۔ (۳) علامہ سیوطیؒ نے الاجوبۃ الفاضلہ میں لکھا ہے: ما تلقاه العلماء بالقبول وان لم يكن له اسناد صحيح، او اشتهر عند ائمة الحديث بغير نكير منهم، حافظ ابن حجرؒ نے علامہ ابن تیمیہؒ کے حوالہ سے لکھا ہے: الخبر اذا تلقته الامة بالقبول تصديقا لهٗ و عملاً بموجبه افاد العلم عند جماهير العلماء من السلف والخلف، النكت ص: ۳۷۴

کوئی ضعیف حدیث ائمہ حدیث کے یہاں قولاً عملاً مقبول ہو، اس کے مطابق فتویٰ بھی دیتے ہوں اور بطور استدلال اس کی روایت بھی کرتے ہوں تو اب اس کو ضعیف کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اس کی سند پر کلام کرنے کی ضرورت بھی باقی نہیں رہ جاتی۔

مثال: لَاوَصِیَّةَ لِوَارِثٍ. (۱)

یہ روایت ضعیف ہے مگر اس کو تلقی بالقبول، کا درجہ حاصل ہے، اور یہ تواتر کا درجہ اختیار کر چکی ہے، اسی بناء پر قرآنی آیت اِذَاحَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ الخ کے لئے بھی اس کو ناسخ مانتے ہیں، معلوم ہوا کہ جو حدیث تلقی بالقبول کا درجہ حاصل کر لے، اس سے کبھی نسخ بھی ہو سکتا ہے۔

حدیث ضعیف مؤید بالقرائن

بعض احادیث ضعیفہ کے ساتھ کچھ ایسے خارجی قرائن پائے جاتے ہیں جن سے اس روایت کو تقویت پہنچتی ہے اور اس کے ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے اور اس تلافی کی بناء پر اس ضعیف کو قابل عمل، اور لائق استدلال مان لیا جاتا ہے۔ لہٰذا جب کوئی حدیث خارجی قائن کی بناء پر حد ضعف سے نکل جائے، تو اس کو اب مقبول کہیں گے۔ (۲)

(۱) مشکوٰۃ ص:۲۶۵۔ ترمذی ص:۳۲ (۲) فتح المغیث ص:۶۵۔ فتح القدیر ج:۲-ص:۱۲۲

حدیث مقبول کی تقسیم دوم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْکَرِیْمِ.

باعتبار تعارض

احادیث مبارکہ کے درمیان حقیقتاً کوئی اختلاف وتضاد اور تعارض نہیں ہوتا، اگر کہیں دو حدیث میں باہمی تعارض نظر آئے تو یہ ناقص علم وفہم کا نتیجہ ہوگا؛ جو اصول حدیث کی روشنی میں غور وفکر کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

زیادہ تر احادیث وہ ہیں جن میں کوئی تعارض نہیں اور جن میں ہمیں کوئی تعارض نظر آتا ہے وہ قلیل وکمتر ہیں۔ بہر حال اسی تعارض وتضاد کے لحاظ سے یہ تقسیم ہے۔

حدیث میں باہمی تعارض ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے سات قسمیں ہیں۔ بعض حضرات نے اسی تقسیم کو اس طرح تعبیر کیا ہے کہ حدیث کے قابل عمل ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے سات قسمیں ہیں۔ (۱)

محکم، مختلف الحدیث، ناسخ، منسوخ، راجح، مرجوح، متوقف فیہ (۲)

محکم

وہ حدیث ہے جس کے مقابلے میں کوئی مخالف اور معارض حدیث نہ ہو۔

مثال: (۱) لاتقبل صلاۃٌ بغیر طھور ولا صدقة من غلول. (۳)

(۲) ان اشدالناس عذاباً یوم القیامة الذین یضاھون بخلق اللّٰہ. (۴)

(۱) تیسیر ص:۵۵۔ بعض حضرات نے تعارض کے لحاظ سے حدیث کی اولاً دو قسم کی ہے۔ محکم، مختلف۔ پھر مختلف کی دو قسمیں ہیں ممکن الجمع، غیر ممکن الجمع کی چار قسمیں قرار دی ہیں۔ تدریب ج:۲-ص:۱۱۵۔ (۲) تحفة الدرر ص:۲۱۔ (۳) ترمذی ص:۳، مشکوٰۃ ص:۴۰۔ (۴) مشکوٰۃ ص:۳۸۵۔ مسلم ج:۲، ص:۲۱۱۔

مختلف الحدیث

وہ مقبول حدیث ہے جو اسی درجہ کی دوسری حدیث کے معارض اور خلاف ہو، البتہ ان دونوں معارض حدیث کے درمیان جمع و تطبیق ممکن ہو، اس کا دوسرا نام مشکل الحدیث ہے۔

مثال: لاَعَدْوىٰ وَلاَ طِيَرَةَ. (١)

نہ تو کوئی مرض متعدی ہوتا ہے اور نہ بدفالی کی کوئی حقیقت ہے، یعنی نہ تو کسی کا مرض متعدی ہوتا ہے اور نہ بدفالی سے کسی کی تقدیر بدلتی ہے۔ اب اس کے معارض ایک حدیث ان الفاظ میں مذکور ہے۔

فِرَّ مَنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ. (٢)

مجذوم سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مرض متعدی ہوتا ہے، تب ہی تو بھاگنے کا حکم ہے جبکہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ مرض متعدی نہیں ہوتا، اس طرح دونوں حدیث میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس تعارض کو دفع کرنے کے لئے محدثین نے تطبیق دی ہے۔

(١) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث اپنی حقیقت پر محمول ہے کہ کسی کا مرض کسی کو متعدی نہیں ہوتا، جہاں تک دوسری حدیث میں بھاگنے کا حکم ہے تو وہ اس لئے نہیں کہ جذام میں ذاتی طور پر سرایت کرنے کی تاثیر ہے، بلکہ سدِ ذرائع کے طور پر منع فرمایا یعنی اس اعتقاد بد سے بچانے کے لئے کہ اگر کوئی مجذوم کے ساتھ رہنے لگے، اور فیصلہ تقدیر کے مطابق اس کو یہی مرض لاحق ہوجائے تو بداعتقادی میں مبتلا ہوجائے گا کہ مرض کے متعدی ہونے کی بناء پر لگ گیا نہ کہ تقدیر کی بناء پر۔

(٢) علامہ ابن صلاحؒ فرماتے ہیں کہ دونوں کا محمل الگ الگ ہے، پہلی حدیث میں نفی اس بات کی ہے کہ کوئی مرض خود بخود سرایت نہیں کرتا۔ جبکہ دوسری حدیث میں اس بات کا

(١) مشکوٰۃ ص:٣٩١۔   (٢) مشکوٰۃ ص:٣٩١۔

اثبات ہے کہ جہاں اور جب مشیت الٰہی ہوتی ہے؛ وہاں مرض متعدی ہوتا ہے اور جہاں مشیت نہیں ہوتی؛ وہاں متعدی نہیں ہوتا۔ گویا پہلی حدیث میں ذاتی تاثیر کی نفی ہے، جبکہ دوسری حدیث میں تاثیر خداوندی کا ثبوت ہے۔ اس طرح دونوں حدیث میں تطبیق ہوجاتی ہے۔(١)

ناسخ.....منسوخ

وہ احادیث جو باہم متعارض ہوں اور ایک درجہ کی ہوں، نیز ان میں تطبیق ممکن نہ ہو، البتہ ان میں ایک کا مقدم ہونا اور دوسری کا مؤخر ہونا تاریخ کے ذریعہ یا خود راوی کے بیان سے معلوم ہوجائے تو مقدم کو منسوخ اور مؤخر کو ناسخ کہیں گے۔

مثال: مِمَّامَسَّتِ النَّارُ سے وضو ٹوٹنے کی حدیث۔(٢)

یہ مقدم ہے کیوں کہ خود صحابیِ رسول نے صراحت کی ہے کہ: كَانَ آخِرُ الْاَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرْكَ الْوُضُوْءِ مِمَّامَسَّتِ النَّارُ. لہٰذا مقدم کو منسوخ اور مؤخر روایت کو ناسخ کہیں گے۔(٣)

نسخ کو جاننے کا طریقہ

دو متعارض حدیث میں ایک ناسخ ہو اور دوسری منسوخ، تو اس موقعہ پر نسخ کے جاننے کے مختلف طریقے ہیں۔

(١) خود صاحب شریعت کی تصریح ہو کہ میں نے اگلے حکم کو منسوخ کردیا، مثلاً یوں ارشاد فرمائیں کہ پہلے میں نے فلاں کام سے منع کیا تھا اب کرسکتے ہو، جیسا کہ حدیث ہے کہ میں نے تم کو زیارت قبر سے منع کیا تھا اب قبر کی زیارت کیا کرو، کیوں کہ اس سے آخرت کی یاد آتی ہے تو یہاں حکم سابق کے منسوخ ہونے پر خود شارع کا بیان دلیل ہے۔

(٢) دو روایت کے درمیان بظاہر تعارض تو ہو، لیکن صحابیِ رسول وضاحت فرمادیں کہ پہلے وہ حکم تھا، بعد میں یہ حکم دیا گیا، مثلاً بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کو غسل کرنا واجب

(١) تدریب ج:٢-ص:١١٦۔   (٢) مشکوٰۃ ص:٤٠۔   (٣) تدریب ج:٢:ص:١١٢۔

ہے، لیکن حضرت ابن عباسؓ نے وضاحت فرمادی کہ وجوب غسل کا حکم پہلے تھا، اب غسل واجب نہیں، اسی طرح بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بصورت جماع غسل اس وقت واجب ہوگا جب کہ انزال ہوجائے، اس سے قبل غسل واجب نہ ہوگا، لیکن حضرت ابی ابن کعبؓ نے وضاحت فرمادی کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، بعد میں نفس جماع پر وجوب غسل کا حکم آگیا، غرض صحابیٔ رسول نے منسوخ ہونے کی وضاحت فرمادی۔

(۳) تاریخ اور وقت کے ذریعہ معلوم ہوجائے یعنی ایک حدیث کے مقدم ہونے اور دوسری کے مؤخر ہونے کا علم تاریخ یا وقت سے ہوجائے، مثلاً ایک روایت ہے کہ پچھنا لگانے والے اور لگوانے والے دونوں کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اس حدیث کے بالمقابل دوسری حدیث حضرت ابن عباسؓ کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں روزہ سے تھے اور آپ نے پچھنا لگوایا۔

دونوں بظاہر متعارض ہیں مگر تاریخی طور پر معلوم ہے کہ پہلی حدیث فتح مکہ کے موقع پر ارشاد فرمائی، جب کہ دوسری حدیث، حجۃ الوداع کے موقع کی ہے۔ لہذا یہ ناسخ ہوگی۔

(۴) **اجماع:** کسی حدیث کے بالکل برعکس تمام صحابہ کا بالاتفاق قول یا عمل ہو؛ یہ بھی نسخ کی دلیل ہے کیوں کہ بغیر نسخ کے صحابہ اس کے خلاف کرہی نہیں سکتے، مثلاً شرابی کے متعلق روایت ہے کہ اگر چوتھی دفعہ پیئے تو قتل کردو لیکن عدم قتل پر صحابہ کا اجماع ہے، امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کا اس کے خلاف عمل اور ان کا اجماع، منسوخ ہونے کی علامت ہے۔

مذکورہ بالا سبھی احادیث تدریب الراوی ج:۲، ص:۱۱۲ پر مع تخریج منقول ہیں۔(۱)

راجح ومرجوح

وہ متعارض احادیث جو صحت میں ایک درجہ کی ہوں؛ لیکن نہ تو ان میں تطبیق ممکن ہو

(۱) تیسیر ص:۶۰-۵۹۔

اور نہ کسی کا مقدم ہونا اور مؤخر ہونا معلوم ہو؛ البتہ ان میں کسی ایک کو ترجیح دینا ممکن ہو، لہٰذا جس کو ترجیح دی جائے؛ اسے راجح اور دوسری کو مرجوح کہیں گے۔

ترجیح کی صورت

متعارض احادیث کے درمیان علماء نے ترجیح کی بہت سی صورتیں لکھی ہیں، ذیل میں چند اہم صورتیں درج کی جاتی ہیں؛ جو بنیادی طور پر دو باتوں پر مشتمل ہے، ایک باعتبار متن، دوسرے باعتبار سند۔

باعتبار متن، ترجیح

(۱) دو متعارض روایت میں سے ایک میں کسی چیز کے متعلق حرمت ہو اور دوسری روایت سے اسی چیز کی حلت ثابت ہوتی ہو تو حرمت والی روایت راجح ہوگی۔

(۲) دو متعارض روایت میں ایک قولی ہو اور دوسری فعلی، تو اگر قولی روایت عام ہو تو فعلی روایت پر راجح ہوگی۔

(۳) اگر دو حدیث کے درمیان تعارض استنباط پر مبنی ہو کہ ایک کا لغوی معنی ملحوظ ہو جب کہ دوسرے کا شرعی معنی ملحوظ ہو، تو وہ روایت راجح ہوگی جس میں شرعی معنی ملحوظ ہو۔

(۴) دو متضاد روایت میں سے ایک میں اگر علت مذکور ہو اور دوسری میں علت مذکور نہ ہو؛ تو علت پر مشتمل روایت راجح ہوگی۔

(۵) اگر کسی روایت میں کسی چیز کی نفی اور ممانعت ہو؛ لیکن وہ ممانعت کسی مستقل دلیل کی بنیاد پر نہ ہو؛ بلکہ اصل حکم وحالت کی رعایت میں ہو تو وہ روایت جس میں کسی چیز کا اثبات ہو، وہ ممانعت والی روایت پر راجح ہوگی۔

(۶) متضاد روایت میں ایک قوی ہو، اور دوسری کمزور ہو، تو قوی راجح ہوگی۔

(۷) اگر ایک روایت میں تفسیری جملہ ہو اور دوسری روایت کے تفسیری جملہ سے کچھ اور معلوم ہوتا ہو اور یہ تفسیر کسی اور سے منقول ہو تو جو تفسیری جملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے منقول ہو وہ حدیث راجح ہوگی۔(۱)

باعتبار سند

(۱) وہ روایت جس کی سند قوی ہو وہ کمزور سند پر مشتمل روایت پر راجح ہوگی۔

(۲) سند عالی پر مشتمل روایت، سند نازل والی روایت پر راجح ہوگی، بشرطیکہ دونوں کے راوی ضبط وغیرہ میں برابر ہوں۔

(۳) جو روایت متعدد راویوں سے مروی ہو؛ وہ اس روایت سے راجح ہوگی جو ایک سند سے مروی ہو۔

(۴) متفق علیہ سند پر مشتمل روایت، مختلف فیہ سند والی حدیث پر راجح ہوگی۔

(۵) اکابر صحابہ سے منقول روایت، اصاغر صحابہ کی روایت پر راجح ہوگی۔(۲)

متوقف فیہ

اگر دو متعارض احادیث میں تطبیق ممکن نہ ہو اور نہ نسخ ممکن ہو اور نہ ترجیح کا امکان ہو، تو دونوں پر عمل سے توقف کیا جائیگا۔ لیکن یہ شاذ ہے۔

ایک اہم انتباہ

متعارض احادیث کے تعارض کو دور کرنے کی جو ترتیب گزری کہ اولاً جمع وتطبیق کی کوشش کی جائے، اگر یہ ممکن نہ ہو تو نسخ کے ذریعہ، ورنہ ترجیح کے ذریعہ ورنہ تو پھر توقف کی راہ اختیار کی جائے۔ دفع تعارض کی مذکورہ ترتیب حضرات شوافع کے مطابق ہے، احناف کے نزدیک ترتیب قدرے مختلف ہے وہ اس طرح ہے کہ اولاً نسخ کے ذریعہ، پھر ترجیح کے ذریعہ، یہ بھی ممکن نہ ہو تو جمع وتطبیق کی صورت اختیار کی جائے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو توقف۔ ورنہ اقوال صحابہ اور قیاس کی طرف رجوع کیا جائے۔(۳)

(۱) تدریب ص:۱۱۸۔ فواتح الرحموت بحوالہ علوم الحدیث ص:۱۱۵۔ (۲) تدریب ص:۱۱۶۔ علوم الحدیث ۱۱۵۔
(۳) فواتح الرحموت ج:۲-ص:۱۸۹۔ بحوالہ علوم الحدیث ۱۱۵۔

حدیث مقبول کی تقسیم سوم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْكَرِيْمِ.

ایک ہی قسم کی روایت جب چند راویوں سے مروی ہوتی ہے تو کبھی کبھی کسی راوی کی روایت میں کوئی ایسی زیادتی ہوتی ہے جو دوسرے راوی کی روایت میں نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر حدیث صحیح یا حدیث حسن کا کوئی راوی دوسرے راوی کے مقابلہ میں کوئی زائد لفظ یا جملہ نقل کرے تو اس زیادتی کے لحاظ سے حدیث کی پانچ قسمیں ہیں۔

(۱) مقبول (۲) محفوظ (۳) شاذ (۴) معروف (۵) منکر

مقبول

کسی ثقہ راوی کی روایت میں کوئی ایسی زیادتی ہو جو اوثق کی روایت کے خلاف نہ ہو تو ایسی زیادتی پر مشتمل روایت کو مقبول کہیں گے اور اس زائد لفظ یا جملہ اور مضمون کو یا تو مستقل حدیث کہیں گے یا حدیث کا باقی ماندہ حصہ؛ جسے اوثق کسی وجہ سے بیان نہ کرسکا۔(۱)

مثال: امام اعمشؒ نے ابورزینؒ اور ابوصالحؒ کے واسطہ سے حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع روایت نقل کی ہے۔ جس کو امام اعمشؒ کے شاگردوں نے اس طرح روایت کی ہے۔

اِذَا شَرِبَ الْكَلْبُ فِيْ اِنَآءِ اَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ.(۲)

لیکن امام اعمشؒ کے ایک شاگرد علی بن مسہرؒ نے فَلْيُرِقْهُ کی زیادتی کے ساتھ روایت کی ہے، اور یہ زیادتی کسی روایت کے خلاف نہیں ہے۔ لہٰذا اس پر مشتمل روایت کو مقبول کہیں گے۔(۳)

(۱) تحفۃ الدرر ص:۱۹۔ (۲) مسلم ص:۱۳۷۔ مشکوٰۃ ص:۵۲۔ (۳) علوم الحدیث ص:۱۹۴

محفوظ

وہ روایت ہے جس کا راوی اوثق ہو، مگر اس کی مخالفت کسی ایسے راوی نے کی ہو؛ جو ضبط واتقان میں اس سے کمتر ہو۔

شاذ

وہ روایت ہے جس کا راوی بذاتِ خود ثقہ ہو، لیکن اپنے سے اوثق اور راجح راوی، یا چند ثقہ راوی کی روایت کے خلاف روایت نقل کرے۔(۱)

ایک وضاحت

ارجح اور اوثق عام ہے، خواہ ضبط کی زیادتی کی وجہ سے راجح ہو یا تعداد کی کثرت کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے راجح ہو، اور مخالفت ایسی ہو کہ اس زیادتی کو لینے کی صورت میں اوثق اور راجح کی روایت کا رد کرنا لازم آئے۔(۲)

مثال: عَنْ عَبْدِالْوَاحِدِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ مَرْفُوْعاً اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَنْ يَمِيْنِهٖ.

اس حدیث میں راوی عبدالواحد بن زیاد دوسرے چند راویوں کے برعکس قول رسول ذکر کرتے ہیں، جب کہ ان کے سارے ساتھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بجائے فعل نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ جب دو رکعت پڑھ لیتے، تو داہنے پہلو پر لیٹ جاتے، لہٰذا قولی روایت شاذ اور فعلی روایت محفوظ کہلائے گی۔(۳)

شاذ کی قسمیں

کسی ثقہ راوی سے اوثق راوی کی مخالفت یا تو متن میں ہوتی ہے یا سند میں، اس لحاظ سے شاذ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) شاذ السند (۲) شاذ المتن

(۱) تدریب ص:۱۲۴۔(۲) تحفۃ الدرر ص:۱۹۔تدریب ص:۱۲۴۔(۳) تدریب ص:۱۲۵۔تیسیر ص:۱۱۸۔

شاذ السند

وہ حدیث ہے جس کی سند میں شذوذ ہو یعنی ثقہ راوی، اوثق راوی کی سند کے خلاف سند ذکر کرے۔

مثال: عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَوْسَجَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: اَنَّ رَجُلاً مَاتَ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَدَعْ وَارِثاً اِلَّا عَبْدًا هُوَ اَعْتَقَهٗ.(۱)

اس روایت کو سفیان بن عیینہؒ کی طرح ابن جریجؒ وغیرہ نے بھی متصلاً نقل کیا ہے، مگر حماد بن زیدؒ نے حضرت ابن عباسؓ کا نام حذف کرتے ہوئے مرسلاً ذکر فرمایا ہے۔ گویا اوّل الذکر حدیث مرفوع اور آخر الذکر مقطوع کہلائے گی۔

حماد بن زید، صاحب ضبط واتقان اور عادل ہیں؛ لیکن چوں کہ ابن عیینہؒ حماد کے بالمقابل نسبتاً زیادہ ثقہ ہیں۔ نیز دیگر راوی نے اس کی متابعت کی ہے اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کا واسطہ ذکر کیا ہے اس لئے ابو حاتمؒ نے ابن عیینہؒ کی روایت کو ترجیح دی ہے، لہٰذا ان کی روایت محفوظ اور حمادؒ کی روایت کو شاذ السند کہیں گے۔(۲)

شاذ المتن

وہ حدیث ہے جس کے متن میں شذوذ ہو یعنی ثقہ راوی اوثق راوی کی روایت کے خلاف روایت ذکر کرے۔

مثال: ترمذی شریف میں عبدالواحد بن زیاد کی روایت اس طرح مروی ہے:

عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِيْ صَالِحٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعاً اِذَا صَلّٰى اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ فَلْيَضْطَجِعْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ. (۳)

اس حدیث میں راوی عبدالواحد جو امام اعمشؒ کے ثقہ اصحاب میں سے ہیں،

(۱) ترمذی فی الفرائض ص:۳۰۔　(۲) تدریب ج:۱-ص:۱۲۵۔　(۳) ترمذی ص:۹۶۔مشکوٰۃ ص:۱۰۶۔

صرف انہوں نے چند ثقہ راویوں کی روایت کے برخلاف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بتایا ہے۔ جبکہ دوسرے حضرات نے آپ ﷺ کا عمل ذکر کیا ہے، لہٰذا عبدالواحد کی قولی روایت شاذ المتن اور دوسروں کی فعلی روایت محفوظ کہلائے گی۔

حکم محفوظ وشاذ

حدیث شاذ مردود اور ضعیف ہے، اور حدیث محفوظ معتبر؛ البتہ درجۂ قبولیت میں راویوں کے حالات کے مطابق اس کا درجہ متعین کیا جائے گا۔(۱)

حدیث معروف

وہ حدیث ہے جس کو ثقہ راوی کسی ضعیف راوی کے خلاف نقل کرے۔

حدیث منکر

وہ حدیث ہے جس کو ضعیف راوی کسی ثقہ اور مقبول راوی کے خلاف نقل کرے۔(۲)

مثال: ابن ابی حاتمؒ نے روایت نقل کی ہے:

عَنْ حبَيْبِ بْنِ حُبَيْبٍ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنِ الْعِيْزَارِ بْنِ حُرَيْثٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلّٰى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَحَجَّ الْبَيْتَ وَصَامَ رَمَضَانَ وَقَرَى الضَّيْفَ دَخَلَ الْجَنَّةَ.

امام ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے کیوں کہ حبیب بن حبیب کے علاوہ ثقہ راویوں نے اس کو ابو اسحاق کے واسطے سے موقوفاً بیان کیا ہے یعنی ابن عباس کا قول نقل کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت نہیں کی ہے، لہٰذا مذکورہ روایت جو مرفوعاً ہے؛ وہ منکر ہے اور جو موقوفاً ہے وہ معروف کہلائے گی۔(۳)

(۱) تدریب ص:۱۲۵۔ (۲) تیسیر ص:۹۶۔ (۳) تدریب ص:۱۲۸۔

حکم منکر ومعروف

منکر روایت، مردود وضعیف اور معروف روایت مقبول ہوتی ہے۔

ایک اہم فائدہ

منکر کی تعریف دو اعتبار سے کی جاتی ہے، ایک تو اس اعتبار سے کہ اگر راوی فسق، کثرت غفلت، اور فحش غلط کی صفت سے متصف ہو تو ایسے راوی کی روایت کو بھی منکر کہتے ہیں، اس اعتبار سے منکر کی تعریف اسباب طعن کے تحت آئے گی۔ اور ایک تعریف اس اعتبار سے کی جاتی ہے کہ ضعیف راوی (خواہ سبب ضعف کوئی بھی ہو) ثقہ راوی کی روایت کے خلاف روایت نقل کرے، یہاں مخالفت ثقات کے اعتبار سے منکر کی تعریف کی گئی ہے۔(۱)

شاذ ومنکر کے درمیان فرق

دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ شاذ کا راوی مقبول ہوتا ہے البتہ وہ اوثق اور اعلی درجہ کے راوی کی روایت کے خلاف روایت نقل کرتا ہے، جب کہ منکر کا راوی ضعیف ہوتا ہے اور ثقہ کے خلاف روایت نقل کرتا ہے۔ ہاں کہہ سکتے ہیں کہ نفس مخالفت کے لحاظ سے دونوں مساوی ہیں لیکن قوی اور ضعیف کے تفاوت سے دونوں میں فرق ہے۔(۲)

(۱) مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تحفۃ الدرر ص:۳۲۔ تدریب ج:۱-ص:۱۲۸۔ (۲) علوم الحدیث ص:۱۹۱۔

خبر واحد کی دوسری قسم

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الْكَرِيْمِ.

حدیث مردود

راویوں کے حالات وصفات کے لحاظ سے خبر واحد کی دوسری قسم، حدیث مردود ہے۔ خیال رہے کہ مردود کے تحت ساری اقسام ہر حال میں غیر معتبر نہیں ہوتیں، بلکہ بعض احادیث خاص حالات اور شرائط کی موجودگی میں معتبر اور قابل عمل ہو جاتی ہیں۔(۱)

مردود کی تعریف

وہ حدیث ہے جس میں قبولیت کے شرائط میں سے کوئی ایک یا چند نہ پائی جائے، بالفاظ دیگر وہ حدیث جس کا راوی غیر معتبر ہو۔(۲)

مردود اور ضعیف ہونے کے اسباب

حدیث کے مردود وضعیف ہونے کے اسباب بکثرت ہیں، اور کثرت اسباب کی بناء پر اس کی بہت سی قسمیں ہیں؛ جن میں اکثر کا کوئی نہ کوئی خاص اصطلاحی نام بھی ہے، البتہ بعض ایسی بھی قسمیں ہیں جن کے لئے کوئی خاص اصطلاحی نام نہیں ہے، بلکہ عمومی نام ''ضعیف'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ بہر حال ضعیف ومردود ہونے کے بنیادی اسباب دو ہیں۔(۳)

(۱)سقطِ راوی (۲)طعن راوی

(۱)علوم الحدیث ص:۱۰۷۔ (۲)تحفۃ الدرر ص:۲۳۔ (۳)تدریب ص:۹۱۔تیسیر ص:۶۲۔

سقط راوی

اگر راویوں میں سے کسی راوی کا ذکر چھوٹ جائے تو اس کو سقط راوی کہتے ہیں، خواہ وہ محذوف راوی ایک ہو یا چند، شروع سند سے ہو یا درمیان سند سے، یا پھر آخر سند سے۔

سقط راوی کی تقسیم

سقط راوی کبھی ظاہر ہوتا ہے اور کبھی مخفی۔ اس لحاظ سے سقط راوی کی دو قسمیں ہیں:

(۱)سقط ظاہر (۲)سقط خفی

سقط ظاہر

سلسلۂ سند سے کسی راوی کا ذکر اس طرح محذوف ہو کہ اس کا پتہ لگانا آسان ہو مشکل نہ ہو، مثلاً کسی راوی نے ایسے شیخ سے روایت نقل کی؛ کہ ان سے اس راوی کی ملاقات ثابت نہیں تو یہ واضح علامت ہے کہ اس شیخ سے پہلے کوئی اور راوی محذوف ہے۔(۱)

سقط خفی

سلسلۂ سند سے کسی راوی کا نام اس طرح محذوف ہو کہ بآسانی معلوم نہ ہو سکے، البتہ ماہر فن ہی اس کو سمجھ سکتے ہوں۔(۲)

سقط واضح کی قسمیں

سقط، واضح ہونے کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں ہیں:

(۱)معلق (۲)مرسل (۳)معضل (۴)منقطع

(۱)ملاقات ثابت نہ ہونے کی ایک وجہ یا تو یہ ہو کہ دونوں کا زمانہ ایک نہیں تھا۔ یا زمانہ ایک تھا مگر ملاقات کا موقع نہ مل سکا اور نہ اس شیخ سے اس کو اجازت مل سکی۔ (۲)تیسیر ص:۶۷۔

تنبیہ: متصل اور مسند یہ دونوں حدیث مردود کی قسم اور معلق وغیرہ کی قسم نہیں۔ لیکن چونکہ ان دونوں کی سند میں انقطاع نہیں ہوتا جبکہ بقیہ چاروں میں سند سے کوئی نہ کوئی راوی ساقط ہوتا ہے؛ اس بناء پر ان دونوں کو سقط کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث متصل

وہ حدیث ہے جس کی سند متصل ہو، کوئی بھی راوی محذوف اور ساقط نہ ہو خواہ وہ حدیث مرفوع ہو یا موقوف۔

مثال: قَالَ مَالِکٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عبدِاللّٰہِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ: کَذَا.

اس سند میں حضرت امام مالکؒ سے لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری سند مذکور ہے، کوئی ساقط نہیں ہے۔(۱)

متصل موقوف کی مثال:

قَالَ مَالِکٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ اَنَّهٗ قَالَ کَذَا ....!

اس سند میں حضرت امام مالکؒ سے حضرت ابن عمرؓ تک سارے راوی مذکور ہیں۔

اس بناء پر اس کو متصل موقوف کہیں گے۔

فائدہ: خبر مقطوع (اقوال تابعین) کی اگر سند متصل ہو کوئی راوی ساقط نہ ہو تو اسکو مطلقاً متصل نہیں کہیں گے بلکہ ایک قید کے ساتھ اس طرح کہیں گے، هٰذَا مُتَّصِلٌ اِلَی الزُّهْرِیِّ: هٰذَا مُتَّصِلٌ اِلٰی سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ، یَا اِلٰی مَالِکٍ.

حدیث مسند

وہ حدیث ہے جو سنداً متصل بھی ہو اور مرفوع بھی، اس کو مسند کہتے ہیں۔

(۱) جواہر الاصول ص:۴۸۔

یعنی جس حدیث میں دو بات پائی جاتی ہو۔

(الف) سند میں سارے راوی مذکور ہوں، کوئی بھی محذوف نہ ہو۔

(ب) اس حدیث کی نسبت نبی اکرم صلی علیہ وسلم تک کی گئی ہو۔(۱)

مثال: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ یُوْسُفَ عَنْ مَالِکٍ عَنْ أَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا شَرِبَ الْکَلْبُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَلْیَغْسِلْهُ سَبْعاً. (۲)

حکم: حدیث متصل اور حدیث مسند دونوں، حدیث صحیح اور ضعیف کے درمیان مشترک ہے یعنی راویوں کے احوال وصفات کے مطابق یہ دونوں صحیح بھی ہو سکتی ہیں اور ضعیف بھی، اسی طرح حدیث صحیح کے درمیان جس طرح فرق مراتب ہے اسی طرح ان دونوں میں بھی وہی فرق مراتب قائم ہوں گا۔(۳)

لفظ مُسْنِد اور مُسْنَد

مُسْنَد باب افعال سے اسم مفعول ہے، بمعنی چڑھایا ہوا، مراد وہ بات جس کی سند قائل تک پہونچائی گئی ہو۔

مُسنَد بفتح المیم یہاں درست نہیں البتہ ٹیک لگانے کی جگہ کے معنی میں ہوگا۔ مسند بکسر النون مراد اسناد کرنے والا یعنی مدار سند جیسے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مسند الہندؒ کہلاتے ہیں؛ کیونکہ موصوف ہی محدثین ہند کے مدار سند ہیں، ہندوپاک میں کسی بھی طبقہ کے علماء کی سند آپ کے بغیر اوپر نہیں جاتی۔(۴)

سلسلہ سند کی تفصیل ''العناقید الغالیۃ'' مصنفہ حضرت مولانا عاشق الٰہی برنیؒ میں مذکور ہے۔

(۱) جواہر الاصول ص:۴۷۔ (۲) مشکوٰۃ ص:۵۲۔ بخاری ص:۲۹۔

(۳) جواہر الاصول ص:۴۸۔ (۴) تحفۃ الدرر ص:۵۰۔

معلق

وہ حدیث ہے جس کی سند کے شروع سے ایک یا چند یا سبھی راوی مسلسل محذوف ہوں۔

حذفِ راوی کی صورتیں:

(الف) تمام سند محذوف ہو۔

(ب) صرف صحابی یا صحابی کے ساتھ تابعی کا ذکر ہو اور بقیہ راوی محذوف ہوں۔(۱)

مثال: قَالَ اَبُوْ مُوْسیٰ: غَطَّی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُکْبَتَیْہِ حِیْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ.(۲)

حکم: حدیث کے مقبول ہونے کے لئے ایک شرط متصل السند ہونا ہے۔

حدیث معلق منقطع السند ہونے کی بناء پر ضعیف ہے البتہ بعض صورتوں میں لائق عمل اور قابل استدلال ہوتی ہے، وہ صورتیں یہ ہیں:

(الف) جو محدث اپنی کسی کتاب میں صحیح احادیث ذکر کرنے کا التزام کرتے ہوں، (مثلاً شیخین) اور ایسا محدث صیغہ جزم کے ساتھ نقل کریں، مثلاً "قَالَ" "ذَکَرَ" "حَکٰی" اس قسم کے الفاظ کے ساتھ اگر معلق نقل کریں، تو معلق روایات معتبر ہوں گی اور اگر صیغۂ تمریض اور شک کے ساتھ نقل کریں، مثلاً "یُقَالُ" "یُذْکَرُ" تو جب تک تحقیق نہ ہو جائے، اس وقت تک توقف کیا جائے کیوں کہ اس کے حسن یا ضعیف ہونے کا امکان ہے۔

(ب) جو محدث ہر طرح کی روایت نقل کرتے ہیں؛ ان کی معلق روایت غیر معتبر ہے۔

(۱) تیسیر ص:۶۹۔
(۲) بخاری ص:۵۳۔ مشکوٰۃ ص:۵۶۰۔ تیسیر ص:۷۰۔

مشکوٰۃ کی روایات معلق ہیں؟

مشکوٰۃ شریف کی احادیث میں صحابی کے علاوہ بقیہ تمام راوی محذوف ہیں، پھر بھی اصطلاح میں اس کو معلق نہیں کہیں گے۔ کیوں کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنی سند سے وہ روایات نقل نہیں کی ہیں بلکہ دوسری کتابوں سے منتخب کر کے نقل کی ہیں، جبکہ ان کی مکمل سند اصل کتاب میں موجود ہے؛ لہٰذا اس کو کتب مجردہ میں شمار کریں گے۔(۱)

مرسل

جس سند سے تابعی کے بعد کا راوی محذوف ہو یعنی تابعی اپنے بعد کے واسطہ اور راوی کو حذف کر کے مرفوعاً اس طرح روایت نقل کرے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ کَذَا ...... فُعِلَ بِحَضْرَتِہٖ. (۲)

مثال: حَدَّثَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ ثَنَا حجین ثَنَا اللَّیْثُ عَنْ عقیل عَنِ ابْنِ شِہَابٍ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنِ الْمُزَابَنَۃِ. (۳)

اس سند میں تابعی حضرت سعید بن میسّب نے اپنے بعد کے راوی کو حذف کر دیا ہے یا تو محذوف راوی صرف ایک صحابی ہو یا ایک سے زائد۔ پھر یہ بھی احتمال ہے کہ ایک سے زائد محذوف راوی میں سبھی صحابی ہوں یا تابعی اور صحابی دونوں کیوں کہ تابعی، تابعی سے بھی روایت نقل کرتا ہے بہر حال یہ روایت مرسل ہے۔(۴)

حکم مرسل

حدیث مرسل کے حکم کے سلسلہ میں محدثین وفقہاء کی مختلف رائیں ہیں: تین مشہور

(۱) تحفۃ الدرر ص:۲۳۔ (۲) فتح المغیث ص:۸۰۔ علوم الحدیث ص:۱۳۴۔
(۳) مسلم ج:۲-ص:۲۰۔ مشکوٰۃ ص:۲۴۶۔ (۴) تیسیر ص:۷۱

مسلک ذکر کئے جاتے ہیں۔

(۱) اکثر محدثین اور اکثر اصولیین کے نزدیک ضعیف اور نا قابل استدلال ہے کیوں کہ حدیث کے معتبر ہونے کے لئے متصل السند ہونا اور راوی کا مذکور ہونا ضروری ہے، تاکہ حالات معلوم ہوسکیں اور حدیث مرسل میں راوی کے محذوف ہونے کی بناء پر حالات کا معلوم ہونا ناممکن ہے۔

(۲) حضرت امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور ایک قول کے مطابق امام احمدؒ کے نزدیک مرسل معتبر اور قابل استدلال ہے۔ بشرطیکہ ارسال کرنے والا راوی خود ثقہ ہو اور ثقہ سے ہی روایت نقل کرنے کا التزام کرتا ہو۔ کیونکہ یا تو اس نے صحابی کا نام حذف کیا ہوگا (اور سبھی صحابہ عادل ہیں) یا پھر کسی بڑے تابعی کا نام حذف کیا ہوگا اور یہی توقع کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہ خود ثقہ ہیں اور ثقہ سے ہی روایت اخذ کرنے کا التزام کرتے ہیں۔

(۳) امام شافعیؒ کے نزدیک چند شرطوں کے ساتھ مقبول ہے۔

(الف) ارسال کرنے والا اکابر تابعین میں سے ہو۔ (ب) وہ ہمیشہ ثقہ سے ہی روایت نقل کرتا ہو۔ (ج) وہ خود ثقہ راویوں میں سے ہو بایں طور کہ ثقہ لوگوں کی روایت کے خلاف اس کی روایت نہ ہو۔ (ح) وہ مرسل حدیث کسی دوسری سند سے، متصلاً منقول ہو خواہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ (ھ) یا کوئی دوسری روایت بھی مرسلاً مروی ہو مگر ارسال کرنے والا اور اس کے اساتذہ پہلی روایت مرسل کے راویوں کے علاوہ ہوں۔ (۱)

مرسل صحابی

مرسل صحابی وہ حدیث ہے جس کو ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے اخذ کیا ہو؛ لیکن بیان روایت میں اس کا نام ذکر نہ کیا ہو۔

مثال: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث:

(۱) تدریب ص:۱۰۴۔ شرح نخبۃ الفکر ص:۶۲۔

اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ. (۱)

یہ روایت مرسل اس طرح ہے کہ جس وقت آپ صلی علیہ وسلم پر وحی کا آغاز ہوا حضرت عائشہؓ پیدا ابھی نہ ہوئی تھیں۔ (۲)

حکم: جمہور کا اتفاق ہے کہ مرسل صحابی معتبر اور لائق اعتبار ہے۔

اصولیین کے نزدیک مرسل

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک ہر وہ حدیث جس کی سند متصل نہ ہو بلکہ کوئی بھی راوی کہیں سے بھی محذوف ہو، اس کو مرسل کہتے ہیں خواہ شروع سند میں محذوف ہو یا اخیر سند میں ایک محذوف ہو یا سبھی مسلسل محذوف ہوں یا الگ الگ۔ گویا سقط راوی کی تمام صورتیں؛ معلق، معضل، منقطع کو فقہاء مرسل کہتے ہیں۔ (۳)

اس معنی کے لحاظ سے مرسل کی دو قسم ہے:

مرسل ظاہر — مرسل خفی

مرسل ظاہر: جس میں انقطاع سند بالکل واضح ہو۔

مرسل خفی: یہ سقط خفی کی دوسری قسم ہے۔ وہاں اس کا ذکر آرہا ہے۔

معضل

وہ حدیث ہے جس کی سند سے دو یا دو سے زائد راوی مسلسل محذوف ہوں۔

مثال: عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لِلْمَمْلُوْكِ طَعَامُهٗ وَكِسْوَتُهٗ بِالْمَعْرُوْفِ لَا يُكَلَّفُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا يُطِيْقُ. (۴)

(۱) بخاری ص:۲۔ مشکوٰۃ ص:۵۲۔ (۲) فتح المغیث ص:۸۵۔ آسان اصول حدیث ص:۳۰۔ (۳) تحفۃ الدرر ص:۲۸۔ نورالانوار ص:۲۸، ۱۸۸۔ (۴) مسلم شریف ج:۲-ص:۵۲۔ مشکوٰۃ شریف ص:۲۹۔

امام حاکمؒ کے بقول یہ حدیث معضل ہے کیوں کہ امام مالکؒ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے درمیان دو واسطے؛ محمد بن عجلان اور محمد کے والد عجلان ہیں اور یہ دونوں محذوف ہیں۔ اس کا اندازہ دوسری سند سے ہوا، جو اس طرح مروی ہے۔

عَنْ مَالِكٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلاَنَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ الخ .(۱)

حکم: ضعیف اور نا قابلِ عمل ہے، اس کا درجہ مرسل و منقطع سے بھی ادنی ہے کیوں کہ اس میں غیر مذکور راوی زیادہ ہوتے ہیں۔ (۲)

معضل اور معلق کے درمیان فرق

ان دونوں میں قدرے فرق ہے، بعض جگہ دونوں جمع ہوجاتے ہیں، اور بعض جگہ دونوں کا جمع ہونا ناممکن ہوتا ہے، ایک صورت میں دونوں جمع ہوجاتے ہیں اور دو صورت میں جمع نہیں ہوسکتے ہیں۔ گویا ان دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔

(۱) ابتداءِ سند سے پے درپے دو یا دو سے زائد راوی حذف ہوں، تو ایسی حدیث کو معضل بھی کہیں گے اور معلق بھی۔

(۲) درمیان سند سے پے درپے دو یا دو سے زائد راوی حذف ہوں تو معضل کہیں گے معلق نہیں۔

(۳) ابتداء سند سے صرف ایک راوی حذف ہوتو معلق کہیں گے، معضل نہیں۔ (۳)

منقطع

وہ حدیث، جس کے درمیان سند سے ایک راوی یا ایک سے زائد راوی محذوف ہوں، البتہ مسلسل محذوف نہ ہوں؛ بلکہ الگ الگ محذوف ہوں۔

(۱) تدریب ص:۱۱۲۔ (۲) تیسیر ص:۷۵۔ (۳) شرح نخبۃ الفکر ص:۶۰۔ علوم الحدیث ص:۱۳۸۔

مثال: عَنْ اَبِيْ اِسْحَاقَ عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ عَنْ حُذَيْفَةَ مَرْفُوْعاً: اِنْ وَلَّيْتُمُوْهَا اَبَابَكْرٍ فَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ .

اس حدیث کی سند میں ایک راوی شریک ہیں، جو حضرت سفیان ثوری اور ابو اسحاقؒ کے درمیان ہیں اور وہ محذوف ہیں، کیونکہ ثوریؒ نے براہ راست ابو اسحاقؒ سے حدیث اخذ نہیں کی، بلکہ شریک سے اخذ کی ہے، اس طرح یہ حدیث منقطع ہوجاتی ہے۔ (۱)

حکم: چوں کہ محذوف راوی کا حال اور نام معلوم نہیں ہوتا اس لئے منقطع روایت، ضعیف ومردود ہے۔

مقطوع اور منقطع کے درمیان فرق

مقطوع اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی نسبت کسی تابعی کی طرف کی گئی ہو، اور منقطع کی تعریف ابھی گزر چکی۔ ظاہر ہے دونوں میں واضح فرق ہے پھر بھی بعض حضرات مثلاً حضرت امام شافعیؒ نے منقطع کے لئے مقطوع کا لفظ استعمال فرمایا ہے، لیکن اس پر کوئی اشکال نہیں کیوں کہ اصطلاح قائم ہونے سے پہلے انہوں نے یہ لفظ استعمال فرمایا ہے، لہٰذا اب لغۃً درست تو ہوسکتا ہے، اصطلاحاً نہیں، البتہ امام طبرانیؒ نے اصطلاح قائم ہوجانے کے بعد بھی توسعاً منقطع کے لئے مقطوع کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ (۲)

منقطع کے معنیٔ عام

کبھی کبھی منقطع، معنیٔ عام میں استعمال ہوتا ہے یعنی ہر اس حدیث پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جس کی سند میں کسی بھی جگہ انقطاع ہو، خواہ ابتداءِ سند سے یا درمیان سند سے، اس معنی کے لحاظ سے مرسل، معلق، معضل سبھی قسم میں منقطع کہلاتی ہیں، لیکن علماءِ اصول نے اب اس کو خاص معنی کے لئے مخصوص کردیا ہے۔ (۳)

(۱) تیسیر ص:۷۸۔ (۲) تدریب ص:۱۰۱۔ (۳) تیسیر ص:۷۷۔

سقطِ خفی

سقطِ خفی کی دو قسمیں ہے (۱) مدلَّس (۲) مرسل خفی

تدلیس

راوی کا اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کو حذف کر دینا اور اوپر کے کسی راوی کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے اس حدیث کے سننے کا احتمال ہو۔ ایسا کرنے والے راوی کو مدلِّس اور ایسی روایت کو مدلَّس اور راوی کے حذف کو سقط کہتے ہیں۔

مدلِّس

راوی اپنے شیخ کے واسطہ کو حذف کرکے شیخ کے شیخ سے اس طرح روایت کرے کہ اسی سے سننے کا احتمال ہو۔(۱)

وضاحت: یعنی راوی اگر روایت بیان کرنے میں اپنے اس استاذ کو ذکر نہ کرے، جس سے وہ حدیث سنی ہے بلکہ اپنے استاذ کے استاذ کے واسطہ سے روایت نقل کرے اور لفظ ایسا اختیار کرے جس سے وہم ہو کہ استاذ الاستاذ سے ہی سنی ہے، حالانکہ اس سے سنی نہیں ہے، البتہ ایسا لفظ بھی استعمال نہ کرتا ہو جس سے صراحتاً اسی سے سننا معلوم ہوتا ہو۔(۲)

اقسام تدلیس

(۱) تدلیس الاسناد (۲) تدلیس الشیوخ (۳) تدلیس التسویہ(۳)

تدلیس الاسناد

راوی، سند سے اپنے شیخ کو حذف کر دے اور شیخ کے شیخ یا اس کے اوپر کے راوی کے واسطے سے روایت اس طرح نقل کرے کہ اسی استاذ الاستاذ سے سننے کا گمان ہوتا ہو۔

(۱) شرح نخبۃ الفکر ص:۶۸۔ (۲) آسان اصول حدیث ص:۳۱۔ (۳) المنظومۃ البیقونیۃ ص:۱۵۸۔

اس طرح تدلیس کی چند صورتیں ہوتی ہیں۔ ذیل میں تین شکل مذکور ہیں۔

(الف) راوی ایسے شیخ کے واسطہ سے روایت نقل کرے جس سے ملاقات تو ہو مگر اس سے کوئی حدیث نہ سنی ہو۔

(ب) روایت تو سنی ہو مگر وہ نقل کردہ حدیث نہ سنی ہو۔

(ج) جس شیخ کے واسطے سے روایت نقل کر رہا ہے وہ اس کا معاصر ہے، لیکن لقاء وسماع ثابت نہیں۔(۱)

مثال: عَنْ عَلِيِّ بْنِ خَشْرَمٍ قَالَ: قَالَ لَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِي.

اس سند پر جب ابن عیینہؒ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے براہ راست زہریؒ سے سنی ہے تو انہوں نے کہا نہیں، بلکہ ان لوگون سے بھی نہیں سنی ہے جنہوں نے زہریؒ سے سنی ہے بلکہ اصل سند اس طرح ہے۔

حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ.

اس سند سے معلوم ہوا کہ ابن عیینہؒ نے اپنے اور زہریؒ کے درمیان سے دو راوی کو ساقط کر دیا ہے۔(۲)

تدلیس الشیوخ

راوی اپنے شیخ کا ذکر ر ایسے نام یا کنیت یا صفت سے کرے جس سے وہ شیخ معروف ومشہور نہ ہو؛ تاکہ دوسرے افراد اس کو پہچان نہ سکیں۔ کیوں کہ وہ ضعیف یا معمولی درجہ کا راوی ہے۔

یہ صورت جائز تو ہے لیکن عام حالات میں مناسب نہیں، البتہ طلباء کی ذہنی مشاقی کے لئے ہو تو بہتر ہے۔

مثال: .ابوبکر بن مجاہدؒ فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ. اس

(۱) المنظومۃ البیقونیۃ ص:۱۵۸۔ (۲) تیسیر ص:۸۰۔ شرح المنظومۃ البیقونیۃ ص:۱۵۹۔

سے انہوں نے ابوداؤد سجستانی کو مراد لیا ہے، جبکہ اس نام سے وہ معروف ومشہور نہیں۔(۱)

تدلیس التسویہ

راوی روایت تو اپنے ہی شیخ کے واسطہ سے کرے، مگر حدیث کو معتبر ظاہر کرنے کے لئے شیخ کے بعد کسی ضعیف راوی کو حذف کردے اور لفظ ایسا استعمال کرے کہ محذوف راوی کے بجائے براہ راست دونوں کا ایک دوسرے سے سننا معلوم ہوتا ہے۔اس طرح کی تدلیس میں زیادہ ترمشہور بقیہ بن ولید اور ولید بن مسلم ہیں۔ یہ حضرات امام اوزاعیؒ کے ضعیف شیوخ کو حذف کردیتے ہیں اور ثقہ کو ذکر کرتے ہیں۔

ابن ابی حاتم کی ''کتاب العلل'' میں ایک مثال مذکور ہے:

عَنْ بَقِيَةَ حَدَّثَنِي اَبُوْوَهْبِ نِ الْاَسَدِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ: لاَ تَحْمَدُوْا اِسْلاَمَ الْمَرْءِ حَتّٰى تَعْرِفُوْا عُقْدَةَ رَأْيِه.

ابن ابی حاتمؒ کہتے ہیں کہ اس میں پوشیدہ خامی اس قسم کی ہے کہ ماہرفن ہی سمجھ سکتے ہیں کیوں کہ اس حدیث کو ابو وہب الاسدی جن کا مشہور نام عبیداللہ بن عمرو ہے، اور ثقہ ہیں انہوں نے عَنْ اِسْحَاقِ بْنِ فَرْوَةَ عَنْ نَافِعٍ اس طرح نقل کیا ہے، لیکن جب بقیہ نے ان کی روایت نقل کی تو یہ تدلیس کی، کہ اسحاق بن فروہ کو جو کہ ضعیف راوی ہیں درمیان سے ساقط کردیا اور اپنی اس تدلیس کو مخفی رکھنے کے لئے عبیداللہ بن عمرو کو ان کے مشہور نام کے بجائے ابووہبؒ ذکر کیا تا کہ راویوں کے احوال سے واقف لوگوں کو بقیہ کی یہ حرکت معلوم نہ ہوسکے۔(۲)

حدیث مدلس کا حکم

(الف) اگر راوی تدلیس کرنے کے بعد سماع کی تصریح کردے یعنی راوی اپنے شیخ سے براہ راست سننے یا ان کے سامنے بیان کرنے کی صراحت کردے تو حدیث مقبول ہوگی۔

(۱) تدریب ص:۱۲۲۔تحفۃ الدررص:۲۷۔(۲) تیسیر ص:۸۱۔تدریب ص:۱۱۹۔

(ب) اگر سننے کی تصریح نہیں کی بلکہ محتمل الفاظ ذکر کئے تو مقبول نہ ہوگی۔(۱)

تدلیس کا حکم

تدلیس الاسناد: یہ قسم مذموم اور ناجائز ہے، بعض لوگوں نے اس کو ''اخ الکذب'' سے تعبیر کیا ہے۔

تدلیس التسویہ: تدلیس میں یہ قسم بدترین قسم ہے اور حرام ہے۔

تدلیس الشیوخ: یہ صورت غیر مناسب ہے لیکن جائز ہے۔(۲)

تدلیس کیوں کی جاتی ہے

تدلیس کی عموماً دو وجہ ہوتی ہیں:

(۱) غرض فاسد، راوی اپنے استاذ کے معمولی درجہ ہونے کی بناء پر ان سے روایت کرنے میں کسر شان محسوس کرتا ہے، اس لیے علوشان کے لیے اپنے استاذ کے نام کو حذف کردیتا ہے۔

(۲) کبھی اختصار اور کسی دوسری مصلحت کے پیش نظر شیخ کا نام حذف کردیتا ہے یا نسبت میں فرق کردیتا ہے

امام بخاریؒ نے کئی حدیثیں اپنے شیخ محمد بن یحییٰ ذہلی سے روایت کی، مگر کسی جگہ، باپ کا نام حذف کرکے صرف حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ کہا، کہیں دادا کی طرف نسبت کرکے مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ کہا، تو کبھی پردادا کی طرف نسبت کرکے مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ کہا۔

اس سے امام بخاریؒ کا مقصد، یا تو اختصار یا طلباء کی ذہنی مشاقی ہے، لہٰذا یہ مذموم نہیں، مکمل نام ذکر نہ کرنے کی بعض حضرات نے ایک وجہ یہ بھی ذکر کی ہے، کہ چوں کہ امام بخاریؒ کا امام ذہلی سے خلق قرآن کے متعلق زبردست اختلاف رہا، تو اگر پورا نام لے کر روایت نقل کرتے تو لوگ یوں سمجھتے کہ اختلاف ختم ہوگیا، اس بناء پر مکمل نام محمد بن یحییٰ

(۱) تیسیر ص:۸۴۔تدریب ص:۱۳۱۔تحفۃ الدررص:۲۸۔(۲) تدریب ص:۱۲۱۔شرح المنظومۃ البیقونیۃ ص:۱۶۵۔

لانا پسند نہیں کیا۔

تدلیس معلوم کرنے کا طریقہ

(۱) خود مدلس واضح کردے کہ میں نے تدلیس کی ہے، جیسا کہ حاکم کی روایت میں ہے کہ علی بن خشرم نے عن ابن عیینۃ عن الزھری کے واسطے سے روایت نقل کی۔ جب ان سے سوال ہوا کہ آپ نے براہ راست زہریؒ سے سنا ہے، تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ ان سے نہیں سنا ہے، بلکہ مجھے بواسطۂ عبدالرزاق عن معمر عن زہری یہ روایت پہنچی ہے۔

(۲) امام فن کو تلاش وجستجو کے بعد معلوم ہوجائے، اور وہ تدلیس کی وضاحت کردے۔(۱)

تعلیق وتدلیس میں فرق

(۱) تعلیق میں سقط راوی واضح ہوتا ہے اور تدلیس میں مخفی۔

(۲) تعلیق صرف بغرض اختصار ہوتی ہے، اور تدلیس بغرض فاسد بھی۔(۲)

سقط خفی کی دوسری قسم، مرسل خفی

وہ روایت جسے راوی کسی ایسے شخص سے نقل کرے جس سے اس کی، ملاقات یا معاصرت ثابت ہو البتہ سماع حدیث ثابت نہ ہو، اور بیان روایت میں وہ ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے سماع کا احتمال ہوتا ہو جیسے قال کہہ کر بیان کرے۔(۳)

مثال: عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِالْعَزِيْزِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ مَرْفُوْعاً: رَحِمَ اللّٰهُ حَارِسَ الْحَرْسِ.(۴)

حضرت عمرؒ کی حضرت عقبہؓ سے ملاقات ثابت نہیں۔

(۱) تحفۃ الدرر ص: ۵۔ (۲) تیسیر ص: ۸۴۔ (۳) شرح نخبۃ الفکر ص: ۶۸۔

(۴) ابن ماجہ ص: ۲۰۴۔

حکم: منقطع السند ہونے کی بناء پر مرسل خفی ضعیف ہے، البتہ جب اس کا انقطاع ظاہر ہوجائے تو منقطع کے حکم میں ہوگا۔(۱)

مدلّس اور مرسل خفی میں فرق

دونوں میں فرق یہ ہے کہ مدلس میں روایت کی نسبت ایسے شیخ کی طرف کی جاتی ہے جس سے ملاقات تو ہوتی ہے مگر اس سے سماع نہیں ہوتا۔ یا سماع تو ہوتا ہے؛ مگر روایت کردہ حدیث کا سماع نہیں ہوتا، اور مرسل خفی میں ایسے شخص کی طرف نسبت ہوتی ہے جس سے معاصرت ہوتی ہے ملاقات نہیں ہوتی، لہٰذا مخضر مین اگر قال رسول اللہ کہہ کر روایت کریں تو اس کو مرسل خفی کہیں گے، مدلس نہیں۔(۲)

(۱) تیسیر ص: ۸۵۔

(۲) تحفۃ الدرر ص: ۲۷۔

حدیث مردود کا دوسرا سبب

صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْکَرِیْمِ.

طعن راوی

حدیث کے ضعیف اور نا قابل عمل ہونے کا دوسرا بنیادی سبب طعن راوی ہے، طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی میں جن اوصاف (عدالت اور تام الضبط) کا پایا جانا ضروری ہے؛ وہ نہ پائے جائیں، بلکہ کوئی ایسا وصف اور عیب پایا جائے؛ جو راوی کو مجروح کر دے اور قبولیت سے مانع ہو۔

اسباب طعن

جن عیوب واوصاف کی بناء پر روایت غیر معتبر اور ضعیف قرار پاتی ہے؛ وہ دس ہیں جو دو حصوں میں منقسم ہیں۔

(۱) متعلق بہ عدالت (۲) متعلق بہ ضبط

متعلق بہ عدالت: کذب، تہمت کذب، فسق، بدعت، جہالت۔

متعلق بہ ضبط: فحش غلط، کثرت غفلت، وہم، مخالفت ثقات، سوء حفظ۔(۱)

اسباب کی ترتیب کا مقصد

اسبابِ طعن جس ترتیب سے بیان کئے گئے ہیں اس ترتیب سے یاد رکھنے میں سہولت ہوتی ہے، البتہ مذکورہ ترتیب کے مطابق تفصیل نہیں آئے گی، بلکہ اس ترتیب کا لحاظ کئے بغیر ہر اس سبب طعن کو یکے بعد دیگرے بیان کیا جائیگا؛ جو زیادہ قبیح ہیں۔ اس کے بعد اس کو جو اس سے کم۔ پھر وہ جو اس سے نسبتاً کم ہو۔ ھلم جراً۔(۲)

(۱) تیسیر ص:۸۸۔ شرح نخبۃ الفکر ص:۷۱،۷۲۔ (۲) تحفۃ الدرر ص:۳۰۔

نیز یہ بھی خیال رہے کہ مذکورہ اسباب کی تفصیل میں عنوان عیب کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ جس عیب کی بناء پر حدیث کا جو اصطلاحی نام ہے اکثر وبیشتر جگہ عنوان اسی اصطلاحی نام سے ہوگا۔

احادیث ضعیفہ کے درجات

اسباب طعن کے پائے جانے پر احادیث ضعیفہ کے درجے اعلی سے ادنیٰ کی طرف اس طرح ہیں۔

سب سے زیادہ قبیح موضوع، اس کے بعد متروک، اس کے بعد منکر پھر معلل پھر وہ روایات جو مخالفت ثقات پر مبنی ہوں اس کے بعد وہ روایات جو جہالت پر مشتمل ہوں۔ پھر وہ جو بدعت کی بناء پر ضعیف ہوں اور اخیر میں وہ جو سوء حفظ کی بناء پر ضعیف ہوں۔(۱)

اسباب طعن کی مختصر تشریح

(۱) **کذب**: کذب سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قصداً کسی امر کی جھوٹی نسبت کی جائے جس راوی نے ایک دفعہ بھی یہ حرکت کی اور اس پر کذب کا طعن لگ گیا اس کی روایت کو موضوع کہتے ہیں۔

(۲) **تہمت کذب**: مراد یہ ہے کہ قصداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھوٹی بات کی نسبت تو ثابت نہیں البتہ کلام ناس میں جھوٹ بولنا ثابت ہو۔ جس کی بناء پر کذب فی الحدیث کی بدگمانی ہوتی ہو۔ جس پر یہ طعن لگتا ہے اس کی روایت کو متروک کہتے ہیں۔

(۱) شرح نخبۃ الفکر ص:۷۱۔

(۳) **فسق** : اگر کوئی راوی کبیرہ گناہ کا مرتکب یا صغیرہ پر مصر ہو یا نہایت گندی گالی بولتا ہو یا موہم کفر الفاظ نکالتا ہو، تو ایسے راوی پر فسق کا طعن لگتا ہے۔

(٤) **بدعت** : دین میں ایسی بات کا ایجاد کرنا جو کتاب وسنت اور عہد صحابہ میں ثابت نہ ہو بدعتی کی روایت کو خاص شرط کے ساتھ ضعیف کہتے ہیں۔

(۵) **جہالت** : راوی کا نام یا اس کا حال معلوم نہ ہو مجہول کی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ مگر بعض صورت میں نہیں۔

(٦) **فحش غلط**: مطلب یہ کہ راوی سے اس قدر غلطی ہو کہ اس کی غلط بیانی صحیح بیانی سے زائد ہو۔

(۷) **کثرت غفلت**: یعنی راویٔ حدیث روایت کو یاد رکھنے میں بہت زیادہ غفلت برتتا ہو۔ جو راوی عیب نمبر ۳، ٦، ۷، میں کسی سے متصف ہو؛ اس کی روایت کو منکر کہیں گے۔

(۸)**وہم**: اس سے مراد یہ ہے کہ راوی سے سہو ونسیان کی بناء پر سند یا متن میں تبدیلی ہو جائے، ایسے راوی کی روایت کو معلل کہتے ہیں۔

(۹)**مخالفت ثقات**: یعنی راوی، ثقہ راوی کے خلاف روایت نقل کرے۔

(۱۰) **سوء حفظ**: یعنی حافظہ کی کمزوری یہاں اس سے مراد یہ ہے کہ راوی کے حافظہ کی کمزوری کی بناء پر اس کی غلط بیانی صحیح بیانی سے زائد یا برابر ہو۔(۱)

تحفۃ الدرر:۳۱،۳۰۔ آسان اصولِ حدیث ص:۳۸۔ علوم الحدیث ۱۵۳۔

حدیث موضوع

وہ روایت جس کی جھوٹی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو بالفاظ دیگر وہ کلام جس کی جھوٹی نسبت بصورت حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طرف کی گئی ہو۔(۱)

مثال:(۱) عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ مَنْ شَکَّ فِیْهِ کَفَرَ.

شیعہ اور خوارج نے اپنی تائید میں اس کو گھڑا اور اس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دی۔

(۲) محمد بن سعید شامی نے صحیح حدیث میں ایک جملہ گھڑ کر بڑھا دیا جو اس طرح ہے: اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لاَنَبِیَّ بَعْدِیْ اِلَّا أَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ. (۲)

حکم : حدیث گھڑنا حرام بلکہ ابو محمد جوینیؒ کے بقول موجب کفر ہے۔ اس پر عمل کرنا جائز نہیں

(ج) اس کے موضوع ہونے کی صراحت کے بغیر اس روایت کا نقل کرنا جائز نہیں۔ راوی ایک دفعہ بھی مطعون بالکذب ہو جائے تو اس کی کوئی روایت مقبول نہیں خواہ توبہ کیوں نہ کر لے۔(۳)

موضوع روایت کی صورتیں

موضوع کے معنی من گھڑت، اور گھڑی ہوئی بات، لیکن اس لفظ سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ موضوع صرف اسی کلام کو کہا جائے گا جو من گھڑت ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جائے، بلکہ غیر نبی کا وہ کلام بھی اس میں شامل ہے جو فی الواقع صحیح ہو؛ لیکن اس کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے۔

(۱) علوم الحدیث ص:۱۵۵۔ (۲) تیسیر ص:۹۱۔ (۳) تدریب ص:۱۴۸۔

غور کرنے سے اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

(الف) کسی کلام کو گھڑ کر جھوٹی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے۔

(ب) حکماء، اور اسلاف کے اقوال، یا اسرائیلیات میں سے کسی کلام کو لے کر کسی سند کے ساتھ جوڑ کر آپ ﷺ کی طرف نسبت کر دی جائے۔

(ج) کسی ضعیف حدیث کے ساتھ قوی سند جوڑی جائے، اس صورت میں اصل نسبت تو جھوٹ نہیں مگر قطعی نسبت کے لئے جو قوی سند ملحق کر دی گئی وہ جھوٹ ہے۔(۱)

غیر صحیح اور موضوع میں فرق

یہ ضروری نہیں کہ اگر کوئی حدیث کسی بناء پر صحیح نہ ہو بلکہ غیر صحیح ہو پھر بھی وہ موضوع ہی ہو، کیوں کہ دونوں کے درمیان بہت بڑا فرق ہے، وہ یہ کہ موضوع روایت میں کذب کے ثبوت پر دلیل ہوتی ہے، جبکہ غیر صحیح میں عدم ثبوت کی طرف اشارہ ہوتا ہے، جس سے اس کا موضوع ہونا یا موضوع نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔(۲)

وضع احادیث کے اسباب

وضع احادیث کے مختلف اسباب ہیں جو بنیادی طور پر دو ہیں:

(۱) حسن نیت (۲) فساد نیت

حسن نیت: اعمال صالحہ کی طرف رغبت اور اعمال سیئہ سے نفرت پیدا کرنے کے لئے حدیثیں گھڑی گئیں، جیسا کہ بعض جاہل صوفیاء نے ترغیب و ترہیب پر مشتمل روایات گھڑنے کی اجازت دیں، فرقۂ کرامیہ نے ترغیب و ترہیب پر مشتمل روایات وضع کیں۔ وضع حدیث کا یہ جذبہ بظاہر عمدہ ہے، مگر حقیقتاً یہ داعیہ بدترین ہے، کیوں کہ یہ

(۱) علوم الحدیث ص:۱۵۵۔ (۲) اسرار المرفوعہ، بحوالہ ضعیف احادیث کی معرفت ص:۲۴۔

کام عموماً ایسے لوگوں نے کیا ہے جو زہد و تقویٰ سے آراستہ تھے، جس کی بناء پر موضوع حدیث کو ابتداءً قبولیت کا درجہ حاصل ہو گیا۔

فسادِ نیت: فسادِ نیت کی بناء پر وضع احادیث کے یہ مقاصد تھے۔

(الف) اپنے عقیدۂ فاسدہ کے فروغ کے لئے اس کے مناسب روایت گھڑنا جیسا کہ زنادقہ نے کیا۔

(ب) اپنے مذہبی، سیاسی اختلاف کی تائید کے لئے حدیثیں گھڑنا جیسا کہ خوارج اور شیعہ نے کیا۔

(ج) حکام وقت سے تقرب حاصل کرنے کے لئے ان کی فضیلت پر مشتمل روایات گھڑنا جیسا کہ درباری اہل علم نے کیا۔

(د) طلب معاش کی خاطر محفل کو گرمانے کے لئے قصہ گھڑنا جیسا کہ بعض واعظین نے کیا۔

(ھ) طلب شہرت کے لئے گھڑنا تا کہ عوام عجیب غریب روایات سن کر گرویدہ ہو جائیں۔

(و) نا اہل مفتی کا اپنے قول کی تقویت کے لئے گھڑنا۔(۱)

غرض مذکورہ بالا اسباب و محرکات کی بناء پر احادیث گھڑنے کا سلسلہ شروع ہوا لیکن محدثین عظام کی کاوشوں سے کھرا کھوٹا امت کے سامنے آ گیا اور موضوع روایات کا علم لوگوں کو ہو گیا۔

تفسیر میں موضوع روایات

بعض مفسرین نے اپنی تفسیر میں ہر قسم کی روایات جمع کر دی ہیں۔ حتی کہ احادیث موضوعہ سے بھی گریز نہیں کیا اور حیرت تو اس پر کہ موضوع ہونے کی وضاحت بھی نہیں فرمائی۔ چند مشہور تفسیریں یہ ہیں جن میں موضوع روایات شامل ہیں:

ثعلبی، زمخشری، واحدی، بیضاوی، شوکانی۔

(۱) نعمت المنعم ص:۴۲،۴۱۔ تیسیر ص:۹۲،۹۱۔

حدیثِ متروک

وہ حدیث ہے جو کسی ایسے راوی سے مروی ہو جو متہم بالکذب ہو۔

یعنی اس راوی کے متعلق تو یہ ثابت نہ ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کی ہے، مگر کچھ ایسے قرائن راوی میں پائے جاتے ہوں (مثلاً کلام ناس میں جھوٹ بولتا ہو) جن سے کذب فی الحدیث کی بدگمانی ہوتی ہو۔

مثال: عَمرو بن شَمر جُعفی کوفی شیعی کی روایت جو اس طرح مروی ہے:

عَنْ جَابِرٍ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَنْ عَلِیٍّ وَّعَمَّارٍ قَالاَ: كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْنُتُ فِی الْفَجْرِ وَیُكَبِّرُ یَوْمَ عَرَفَةَ مِنْ صَلاَةِ الْغَدَاةِ وَیَقْطَعُ صَلاَةَ الْعَصْرِ آخِرَ اَیَّامِ التَّشْرِیْقِ.

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فجر میں قنوت پڑھا کرتے تھے اور یوم عرفہ کو فجر کی نماز سے ہی تکبیر کہا کرتے تھے اور ایام تشریق کے آخری دن بوقت عصر بند کر دیتے تھے۔

اس روایت کے راوی عمرو بن شمرؒ کے متعلق امام نسائیؒ اور دار قطنیؒ کا بیان ہے کہ متروک الحدیث ہے۔(۱)

حکم: تہمت کذب سے متصف راوی کی روایت متروک وضعیف کہلاتی ہے اور نا قابل عمل ہوتی ہے۔

تہمتِ کذب کے اسباب

کسی راوی پر تہمت کذب دو وجہ سے لگتی ہے۔

(الف) راوی ایسی روایت بیان کرے جو شریعت کے قواعد معروفہ کے خلاف ہو۔

(ب) کلام رسول کے علاوہ عام بات چیت میں صراحتاً کذب ثابت ہو۔(۲)

(۱) میزان الاعتدال ج:۳،ص:۲۶۸ بحوالہ تیسیر ص:۹۵۔ (۲) تحفۃ الدررص:۳۰۔تیسیر ص:۹۴۔

منکر

وہ حدیث ہے جس کا کوئی راوی فحش غلط یا کثرت غفلت یا فسق وفجور میں مبتلا ہو یعنی اس راوی سے نقل روایت میں بہت زیادہ غلطی ہوتی ہو، یا حفظ واتقان اور اچھی طرح یاد رکھنے میں، بہت غفلت برتتا ہو یا گناہ کبیرہ کا مرتکب یا صغیرہ پر مصر ہو یا موہم کفر الفاظ بولتا ہو، گویا جس راوی میں اسباب طعن میں سے تیسرے چھٹے اور ساتویں اسباب میں سے کوئی ایک سبب پایا جائے تو اس کو منکر کہتے ہیں۔(۱)

مثال: نسائی شریف میں ایک روایت ہے:

عَنْ اَبِیْ زُكَیْرٍ یَحْیٰی بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ قَیْسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُوْا الْبَلَحَ بِالتَّمَرِ فَاِنَّ ابْنَ آدَمَ اِذَا اَكَلَهٗ غَضِبَ الشَّیْطَانُ.(۲)

یعنی کچی کھجور کو خشک کھجور کے ساتھ ملا کر کھایا کرو، کیونکہ جب کوئی شخص اس طرح کھاتا ہے تو شیطان کو غصہ آتا ہے۔ بقول امام نسائیؒ یہ حدیث منکر ہے کیونکہ اس کی سند میں ابوزکریا اگرچہ صالح راوی ہیں اور امام مسلمؒ نے متابعت میں ان کی روایت اخذ کی ہے، مگر یہ اس درجہ کے نہیں کہ ان کا تفرد قبول کیا جائے، کیونکہ بعض ائمہ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔(۳)

حکم: جس راوی میں ان تین عیبوں میں سے کوئی ایک عیب موجود ہو؛ اس کی روایت ضعیف وغیر معتبر ہوتی ہے اور بطور شاہد، متابعت بھی قابل قبول نہیں، البتہ ان تینوں میں ضعف کے لحاظ سے فرق مراتب ہے، اولاً فاسق کی، دوم درجہ میں فاحش الغلط کی اور سوم درجہ میں کثرت غفلت سے متصف راوی کی۔(۴)

(۱) تحفۃ الدرر۔تیسیر ص:۹۴۔ (۲) سنن کبریٰ ج:۴۔ص:۱۶۷۔

(۳) تیسیر ص:۹۷۔تدریب ص:۱۲۷۔ (۴) شرح نخبۃ الفکر ص:۹۰۔

دو طرح کے منکر میں فرق

دو طرح کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔

ایک تو وہ منکر، جس کی تعریف زیادتی مضامین کی تقسیم کے تحت گزر چکی ہے کہ ضعیف راوی، ثقہ راوی کی روایت کے خلاف روایت نقل کرے، تو اس کو منکر کہتے ہیں، اور ایک وہ منکر، جس کی تعریف ابھی گزری، دونوں طرح کی منکر حدیث کی تعریف پر غور کرنے سے دونوں میں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت نظر آتی ہے۔

کیوں کہ راوی اگر تیسرے، چھٹے، ساتویں، اسباب طعن سے مطعون ہے اور اس کی روایت ثقہ کے خلاف ہے تو دونوں تعریف کے مطابق منکر کہیں گے اور اگر مذکورہ تینوں عیب کے ساتھ مطعون تو ہے، مگر ثقہ کی روایت کے خلاف نہیں ہے تو صرف دوسری تعریف کے مطابق منکر کہیں گے اور اگر مذکورہ تینوں عیب کے ساتھ مطعون نہیں؛ مگر کسی اور درجہ سے اس راوی کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور اس کی روایت ثقہ کے خلاف ہے تو اس کو پہلی تعریف کے مطابق منکر کہیں گے، دوسری تعریف کے مطابق نہیں۔(۱)

نوٹ: منکر کی پہلی تعریف مخالفت ثقات کے اعتبار سے ہے مگر مخالفت ثقات کے تحت ذکر کرنے کے بجائے زیادتی مضامین کے تحت ''معروف'' کی مناسبت سے ذکر کی گئی ہے۔

فائدہ بقول علامہ زیلعیؒ اگر کسی راوی کو منکر الحدیث کہا جائے تو یہ اس کی ایسی صفت ہے کہ اس کی ہر طرح کی حدیث قابل ترک ہے اور اگر کہا جائے کہ اس نے منکر روایت نقل کی ہے تو کہا جائے گا کہ اس نے اتفاق سے ضعیف روایت نقل کی ہے جو قابل ترک ہے۔(۲)

(۱) تحفۃ الدرر ص:۳۲۔ (۲) نعمت المنعم ص:۴۵۔

معلل

وہ حدیث ہے جس کی سند بظاہر صحیح سالم ہو لیکن اس کی سند یا متن میں وہم ونسیان کی بناء پر کوئی ایسی پوشیدہ خامی ہو کہ حدیث کی صحت مجروح ہو جاتی ہو۔

وضاحت: یعنی راوی سے سند میں یا متن میں وہم ونسیان کی وجہ سے ایسا رد وبدل یا اضافہ ہو جائے کہ بآسانی معلوم نہ ہو سکے، بلکہ اہل فن ہی کسی قرینہ یا تمام سند کو جمع کرنے سے معلوم کر سکتے ہوں، مثلاً ضعیف راوی کی جگہ ثقہ راوی کا نام وہم سے ذکر کر دینا یا حدیث میں کمی، یا اضافہ کر دینا، یا ایک حدیث کے ٹکڑے کو دوسری حدیث کے ساتھ شامل کر دینا اور یہ سب اس طرح ہو کہ بآسانی معلوم نہ ہو سکے۔

حدیث معلل کی مختصر تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے: ہر وہ حدیث جو علت خفیہ پر مشتمل ہو۔

علت کے معنی اور شرائط معلل

علت سے مراد یہ ہے کہ سند یا متن میں وہ عیوب جو نہایت پوشیدہ ہوں اور حدیث کی صحت پر اثر انداز ہوں۔

کسی بھی حدیث کے معلل ہونے کی لئے محدثین نے دو شرطیں ذکر کی ہیں۔

(الف) وہ عیب اس درجہ مخفی اور پوشیدہ ہو کہ ماہر فن اور حذاق طبع ہی اس کو سمجھ سکتے ہوں، لہٰذا اگر وہ عیب ظاہر ہو مثلاً مرسل کو متصل کر دیا ہو تو اس کو معلل نہیں کہیں گے۔

(ب) وہ مخفی عیب، حدیث کی صحت پر مؤثر ہو، اگر عیب اس قسم کا ہے کہ صحت پر اثر نہیں پڑتا تو اس کو معلل نہیں کہیں گے۔(۱)

(۱) تیسیر ص:۱۰۔

حدیث معلل کی اقسام

(۱)معلل فی السند　　　(۲)معلل فی المتن

معلل فی السند: سند میں علت خفیہ پائی جاتی ہو البتہ صحت کی دیگر شرطیں موجود ہوں، مثلا موقوف کو موصول، مرسل کو مرفوع اس طرح کر دینا کہ ماہر فن ہی سمجھ سکے۔

سند میں اس قسم کا عیب ہو تو اس کا اثر کبھی متن پر بھی پڑتا ہے، متصل السند حدیث اگر تلاش و جستجو کے بعد مرسل معلوم ہو تو سند کے ساتھ متن بھی غیر معتبر قرار پائے گا۔ لیکن کبھی متن پر کوئی اثر نہیں پڑتا، مثلاً ثقہ راوی کے نام میں وہم ہو جائے اور اس ثقہ کے بجائے کسی اور ثقہ راوی کا نام ذکر ہو جائے تو اس عیب کے بناء پر متن غیر معتبر نہ ہوگا۔(۱)

مثال: سند میں علت کی مثال؛ حدیث: اَلْبَيِّعَانِ بِالْخِيَارِ مَالَمْ يَتفرَّقَا. (۲)

اس روایت کو یعلی بن عبیدؒ نے بواسطہ سفیان ثوریؒ، عمرو بن دینارؒ سے نقل کیا ہے۔ مگر سفیانؒ کے دوسرے تمام تلامذہ نے عمرو بن دینارؒ کی جگہ عبداللہ بن دینارؒ کا نام ذکر کیا ہے۔ یہ مغالطہ اور وہم اس بناء پر ہوا کہ عمرو اور عبداللہ کے والد دونوں کا نام ایک ہے۔

دوسری مثال: صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ، فَكَانُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ بِالْحَمْدِ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. (۳)

حضرت قتادہؓ نے حضرت انسؓ سے روایت نقل کی ہے مگر اس میں اضافہ ہے فَلَمْ يَكُوْنُوْا يَسْتَفْتِحُوْنَ الْقِرَاءَ ةَ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. لیکن اصل حدیث وہی ہے جو حضرت انسؓ کی ہے۔ مگر حضرت قتادہؓ نے تشریحی جملہ بڑھا دیا، بعد کے راویوں نے اسی طرح نقل کیا جس سے گمان ہونے لگا کہ یہ حدیث ہی کا حصہ ہے۔(۴)

(۱)علوم الحدیث ص:۱۶۹۔　(۲)مشکوٰۃ ص:۲۴۴۔
(۳)تدریب ص:۱۳۶۔　(۴)مسلم ص:۲/۱۷۲۔ مشکوٰۃ ص:۷۹۔

مخالفت ثقات

روایت کے مردود وضعیف ہونے کا ایک اہم سبب مخالفت ثقات ہے، یعنی کسی راوی کا اپنے سے زیادہ ثقہ کی روایت کے خلاف روایت کرنا، چوں کہ اس اختلاف روایت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، اس لئے اس کے اقسام بھی مختلف ہوتے ہیں:

مدرج، مقلوب، المزید فی متصل الاسانید، مضطرب، مصحف ومحرف، شاذ ومنکر

اجمالی تعریف

(۱) راوی حدیث کی سند یا متن میں کوئی زائد لفظ اس طرح بڑھا دے کہ سننے والا اس کو جزء حدیث ہی سمجھے تو اس اضافہ کو مدرج کہیں گے۔

(۲) راوی کے نام یا الفاظ حدیث میں تقدیم و تاخیر ہو جائے تو اس کو مقلوب کہیں گے۔

(۳) کسی روایت کی سند متصل ہو پھر بھی کسی راوی کا اضافہ ہو جائے تو اس روایت کو المزید فی متصل الاسانید کہیں گے۔

(۴) ایک راوی کی جگہ دوسرے راوی کا نام بدل جائے یا متن میں ایسی متضاد تبدیلی ہو جائے کہ دو روایت کے درمیان ترجیح ممکن نہ ہو تو اس کو مضطرب کہیں گے۔

(۵) اگر روایت میں کسی لفظ کے حروف میں ردوبدل ہو جائے تو اس کو مصحف و محرف کہتے ہیں۔

(۶) ثقہ راوی، اوثق کی روایت کے خلاف روایت نقل کرے تو ثقہ کی روایت کو شاذ کہیں گے۔

(۷) ضعیف راوی ثقہ کی روایت کے خلاف روایت نقل کرے تو اس کو منکر کہیں گے۔(۱)

(۱)علوم الحدیث ص:۱۷۱۔

مدرج

حدیث کا وہ زائد لفظ یا جملہ جو سند یا متن میں بڑھا دیا گیا ہو اور سننے والا اس کو جزء حدیث سمجھتا ہو۔

مدرج کی تقسیم

مدرج کی دو قسمیں ہے: (۱) مدرج السند (۲) مدرج المتن

مدرج السند: اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

(الف) وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی راوی کا اضافہ ہو جائے اور وہ ثقہ کے خلاف ہو۔

مثال: عَنْ بُنْدَارٍ عَنِ ابْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ الثورى عَنْ وَاصِلٍ وَعَنْ مَنْصُوْرٍ وَالْاَعْمَشِ عَنْ اَبِىْ وَائِلٍ عَنْ عَمْرِوبْنِ شُرَحْبِيْلٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ: سَأَلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَىُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ؟ قَالَ: اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدّاً وَهُوَ خَلَقَكَ. (۱)

اس سند میں حضرت سفیان ثوریؒ کے تین استاذ (۱) واصل (۲) منصور (۳) اور امام اعمشؒ ہیں۔ ان تینوں استاذ میں سے واصل نے ابووائل اور عبداللہ کے درمیان عمرو بن شرحبیل کا واسطہ ذکر نہیں کیا، باقی دو نے اس واسطہ کو ذکر کیا ہے، مگر ہاں ان تینوں کے شاگردوں نے بھی عمرو بن شرحبیل کا واسطہ ذکر کیا ہے۔ اس طرح واصل کی سند میں عمرو بن شرحبیل کا ادراج ہے۔ (۲)

(ب) ادراج فی السند کی دوسری صورت یہ ہے:

(۱) مسلم ص ۶۳، مشکوٰۃ ص ۱۶۔ (۲) شرح المنظومۃ البیقونیۃ ص ۲۰۱۔

کسی راوی کے پاس دو سند سے دو روایت ہوں، مگر وہ راوی روایت کرتے وقت پہلی روایت کی صرف سند ذکر کرے، اور دونوں روایت کے متن کو ملا کر بیان کر دے جس سے شبہ ہو کہ ایک ہی سند کی یہ مکمل روایت ہے۔

مثال: عَنْ سَعِيْدِ بْنِ اَبِىْ مَرْيَمَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ الزُّهْرِىِّ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعاً لَاتَبَاغَضُوْا وَلَاتَحَاسَدُوْا وَلَاتَدَابَرُوْا وَلَاتَنَافَسُوْا. (۱)

اس روایت میں بظاہر وَلَاتَنَافَسُوْا اسی سند کی روایت کا متن معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ مستقل سند کی روایت ہے؛ جو مؤطا مالک میں اس طرح ہے: عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِىْ زِنَادٍ عَنِ الاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الخ.

لہٰذا پہلی سند میں وَلَاتَنَافَسُوْا مدرج ہے۔ (۲)

فائدہ: مدرج الاسناد کی اور بھی کئی صورتیں ہیں۔ تفصیل کیلئے المنظومۃ البیقونیۃ ص ۲۰۳، ۱۹۶ اور تحفۃ الدرر ص: ۳۴ ملاحظہ ہو۔

مدرج المتن

وہ حدیث ہے جس کے متن میں کوئی جملہ اس طرح بڑھا دیا جائے کہ اس کے بھی جزءِ حدیث ہونے کا خیال ہونے لگے، اور کوئی امتیاز باقی نہ رہے۔

مدرج المتن کی صورتیں

(۱) مدرج فی الابتداء (۲) مدرج فی الوسط (۳) مدرج فی الآخر

مدرج فی الابتداء: حدیث کے ابتدائی حصہ میں ادراج ہو۔

مثال: عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَسْبِغُوْا الْوُضُوْءَ وَيْلٌ لِلاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ. (۳)

(۱) مسلم ص ۳۱۵۔ (۲) مؤطاً امام مالک ص ۳۶۵۔ (۳) مسلم ص ۱۲۵

اس حدیث میں اَسْبِغُوْا الْوُضُوْءَ کا جملہ ابتداء حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے جیسا کہ بخاری کی سند سے واضح ہے۔(۱)

مدرج فی الوسط کی مثال: حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا کی وہ روایت جو آغاز وحی سے متعلق ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَنَّثُ فِيْ غَارِ حِرَاء ''وَهُوَالتَّعَبُّدُ''اللَّيَالِي ذَوَاتِ الْعَدَدِ.(۲)

اس حدیث میں وھو التعبد درمیان حدیث مدرج ہے۔

مدرج فی الاخر کی مثال: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ مَرْفُوْعاً: لِلْعَبْدِ الْمَمْلُوْكِ الصَّالِحِ اَجْرَانِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْلَا الْجِهَادُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْحَجُّ وَبِرُّ اُمِّيْ لَاَحْبَبْتُ اَنْ اَمُوْتَ وَاَنَا مَمْلُوْكٌ. (۳)

اس حدیث میں والذی نفسی سے اخیر تک حضرت ابوہریرہؓ کا کلام ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غلام کی تمنا کرنا ناممکن ہے۔اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ موجود نہیں تھیں؛ کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی خواہش کریں۔(۴)

مدرج کا حکم

محدثین وفقہاء کے نزدیک صحابہ کے بعد کسی کیلئے بھی ادراج حرام ہے، البتہ اگر کسی غریب اور نامانوس لفظ کی شرح کے طور پر ہو تو اجازت ہے محتاط محدثین سے اس طرح کا ادراج منقول ہے۔(تیسیر ص ۱۰۶)

ادراج کے اسباب

کبھی کسی لفظ کے بڑھانے اور ادراج کرنے سے کسی حکم شرعی کو بیان کرنا ہوتا ہے

(۱) بخاری ص ۲۸۔ (۲) بخاری شریف ص ۲-مشکوٰۃ ص: ۵۲۱۔ (۳) حدیث: ن: ۲۴۷۸، بخاری ص ۳۴۶۔
(۴) تیسیر: ص ۱۰۵، شرح المنظومۃ البیقونیۃ ص ۱۹۸۔

جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں اسبغوا ہے۔

کبھی غیر مانوس کی تشریح مقصود ہوتی ہے جیسا کہ حدیثِ عائشہؓ میں ''وھو التعبد'' ہے۔

کبھی کسی حدیث پر کسی مفید مضمون کی تفریع مقصود ہوتی ہے جیسا کہ حدیث ابوہریرہؓ میں والذی نفسی الخ ہے۔

فائدہ: (۱) مدرج سے عام طور پر مدرج فی المتن ہی مراد ہوتا ہے۔ مدرج فی السند شاذ ونادر ہوا کرتا ہے۔

(۲) مدرج معلوم کرنے کی چند صورتیں۔

(الف) کسی روایت میں وہ حصہ ممتاز ہو کر آئے۔(ب) کسی ماہر فن کی تصریح ہو۔

(ج) خود راوی کا اقرار ادراج ہو۔(د) حدیث رسول ﷺ کے نہ ہونے کا امکان قوی ہو۔

مقلوب

وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں تقدیم وتاخیر کی بناء پر ردوبدل ہو جائے۔

مقلوب کی قسمیں: (۱) مقلوب السند (۲) مقلوب المتن

مقلوب السند: وہ حدیث ہے جس کی سند میں تقدیم وتاخیر کی بناء پر ردوبدل ہو جائے مقلوب السند کی دوصورتیں ہیں۔

(الف) کسی راوی اور اس کے والد کے نام میں تقدیم وتاخیر ہو جائے جیسے کعب بن مرہ کو مرہ بن کعب کر دیا جائے۔

(ب) کسی حدیث کے راوی کی جگہ دوسرے راوی کا نام بدل دیا جائے مثلاً حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر کی حدیث کو حضرت نافع سے نقل کیا جائے۔(۱)

مقلوب المتن: وہ حدیث ہے جس کے متن میں تقدیم وتاخیر کے ذریعہ ردوبدل ہو جائے۔ مقلوب المتن کی دوصورت ہے۔

(۱) تیسیر ص ۱۰۷، علوم الحدیث ص ۱۷۷، تدریب ص ۱۵۸۔

(الف) متن حدیث کے کسی حصہ میں تقدیم وتاخیر ہوجائے۔

مثال: مخفی صدقہ کرنے والے کی فضیلت کے سلسلہ میں حدیث مروی ہے۔

حتی لاتعلم شماله ماتنفق يمينه کے بجائے **حتی لاتعلم يمينه ماتنفق شماله** ہوگیا تو راوی نے شمال کی جگہ یمین کردیا۔(۱)

(ب) ایک حدیث کے متن کو دوسری سند کے ساتھ اور دوسری حدیث کی سند کو پہلی حدیث کے متن کے ساتھ جوڑ دیا جائے جیسا کہ اہل بغداد نے امام بخاریؒ کی تشریف آوری کے موقع پر ان کا امتحان لینے کیلئے سو (۱۰۰) احادیث میں اس قسم کا قلب کیا تھا اور امام بخاریؒ نے اصل سند کے ساتھ متن کو بیان کیا تھا۔(۲)

قلب کے اسباب

متن حدیث یا سند میں قلب ہونے کے یہ اسباب ہیں۔

(۱) اپنا علمی تفوق ظاہر کرنے کیلئے۔

(۲) کسی محدث کے حافظہ کے امتحان کیلئے۔

(۳) خطاء وسہو کی بناء پر قلب ہوجائے۔(۳)

حکم: اگر علمی برتری ظاہر کرنے کیلئے ہو تو ناجائز ہے، کیونکہ بغیر کسی شرعی ضرورت کے حدیث کو بدلنا جائز نہیں، ایسی حدیث موضوع کے قبیل سے شمار ہوگی۔

(ب) اگر بغرض امتحان ہو تو جائز ہے، بشرطیکہ اختتام مجلس سے پہلے اصل صورت بیان کردی جائے۔

(ج) خطاء وسہو کی بناء پر ہو تو راوی معذور ہوگا۔

(د) اس قسم کی حدیث ضعیف ومردود ہے اور اس کا درجہ ومرتبہ مدرج کے بعد ہے۔(۴)

(۱) مسلم ج ۱ ص ۳۳۱، مشکوۃ ص ۱۶۹۔ (۲) تیسیر ص ۱۰۸، علوم الحدیث ص ۱۷۷، المنظومۃ البیقونیۃ ص ۱۷۳۔

(۳) تیسیر ص ۱۰۸۔ (۴) تیسیر ص ۱۰۹۔

المزید فی متصل الاسانید

وہ حدیث ہے جس کی سند بظاہر متصل ہو، اور کسی راوی نے وہم کی بناء پر کسی اور راوی کا اضافہ کردیا ہو۔(۱)

مثال: ابن مبارکؒ نے روایت نقل کی ہے:

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيْدَ حَدَّثَنِيْ بُسْرُبْنُ عُبَيْدِ اللّٰهِ قَالَ: سَمِعْتُ اَبَا اِدْرِيْسَ قَالَ: سَمِعْتُ وَاثِلَةَ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ اَبَامَرْثَدٍ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَاتَجْلِسُوْا عَلَى الْقُبُوْرِ وَلَاتُصَلُّوْا اِلَيْهَا.(۲)

اس سند میں دو جگہ راوی کا اضافہ ہے، ایک سفیانؒ کا اور دوسرے ابوادریسؒ کا جس کی تفصیل یہ ہے:

ابن مبارکؒ کے واسطہ سے نقل کرنے والوں کے وہم کی بناء پر سند میں سفیانؒ کی زیادتی ہوگئی، کیوں کہ بہت سے ثقہ راویوں نے ابن مبارکؒ کے واسطے سے براہ راست عبدالرحمٰن بن یزید سے نقل کیا ہے، نہ کہ سفیان کے واسطے سے۔

اسی طرح خود ابن مبارکؒ سے وہم کی بناء پر سند میں ابوادریس کا اضافہ ہوگیا ہے کیوں کہ ان کے استاذ عبدالرحمٰن بن یزیدؒ سے بہت سے روایت کرنے والوں نے ابوادریسؒ کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ بعض نے صراحت کردی ہے کہ بسر نے براہ راست واثلہؓ سے سنا ہے۔(۳)

حکم: اس قسم کی حدیث دو شرطوں کے ساتھ مردود وضعیف کہلاتی ہے۔

(الف) محل اضافہ میں راوی سماع کی تصریح کردے، مثلاً راوی کا نام بڑھا کر **حدثنا، سمعنا** کے ساتھ بیان کرے۔

(۱) علوم الحدیث ص ۱۸۰۔ (۲) مسلم کتاب الجنائز ص ۳۱۲۔ (۳) شرح نخبۃ الفکر ص ۱۰۶۔

(ب) اضافہ میں وہم کا ہونا کسی قرینہ سے متحقق ہو گیا ہو۔(۱)

لہٰذا اگر محلِ اضافہ میں سماع کی تصریح نہ ہو بلکہ محتمل لفظ عن کے ساتھ ہو مثلاً حَدَّثَنَا زَيْدٌ قَالَ "حَدَّثَنَا خَالِدٌ. حَدَّثَنَا وَلِيْدٌ" اس میں بکر کا اضافہ کر کے اس طرح کہا جائے۔ "حَدَّثَنَا زَيْدٌ. حَدَّثَنَا بَكْرٌ. حَدَّثَنَا خَالِدٌ" تو بکر کا اضافہ مزید کہلائیگا۔ لیکن اگر عن کے ساتھ بکر ہو تو بکر کے اضافہ کو راجح قرار دے کر یہ کہیں گے کہ پہلی سند منقطع تھی جس سے بکر کا اضافہ حذف ہو گیا تھا اور دوسری سند متصل اور پوری ہے۔(۲)

اسی طرح اگر اضافہ میں وہم کا ہونا متحقق نہ ہو تو دونوں سندوں کو صحیح کہیں گے کہ راوی نے یہ حدیث اس سے بھی سنی ہے اور اس واسطہ سے بھی سنی ہے، اور مختلف موقعوں پر الگ الگ سماعت کے مطابق بیان کیا ہے۔

مضطرب

وہ حدیث ہے جو متضاد طریقہ پر مروی ہو، یہ تضاد خواہ متن میں ہو یا سند میں اور ان میں جمع و تطبیق ممکن نہ ہو۔

وضاحت: وہ حدیث جو مختلف الفاظ سے مروی ہو، چاہے یہ اختلاف وتضاد ایک ہی راوی کی مختلف روایتوں میں ہو، اس طرح کہ کبھی کسی طرح بیان کرے اور کبھی کسی اور طرح، یا یہ کہ اختلاف وتضاد دو یا دو سے زائد راویوں کی روایت میں ہو، پھر یہ اختلاف وتضاد کبھی متن میں ہوتا ہے تو کبھی سند میں۔(۳)

شرائط اضطراب

کسی بھی حدیث کو مضطرب قرار دینے کیلئے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) ان دونوں روایتوں میں اختلاف وتضاد ایسا شدید ہو کہ ان دونوں میں جمع و تطبیق ممکن نہ ہو۔

(۱) تحفۃ الدرر ص: ۳۵۔ (۲) شرح نخبۃ الفکر ص ۱۰۶۔ (۳) مفتاح الحدیث ص ۸۶۔

(۲) قوت ومرتبہ میں ہر راوی ایک دوسرے کے برابر اور مساوی ہو، ایک دوسرے پر ترجیح ممکن نہ ہو۔

لہٰذا اگر دو متضاد روایت کے درمیان تطبیق ممکن ہو یا ترجیح تو پھر اضطراب باقی نہ رہے گا اور جمع کی صورت میں تمام روایات پر اور ترجیح کی صورت میں راجح پر عمل کیا جائے گا۔(۱)

ترجیح کی صورت

(۱) احفظ راوی کو غیر احفظ راوی پر ترجیح دی جائے گی۔

(۲) جو شاگرد شیخ کے ساتھ زیادہ مدت رہا ہو، اس کی روایت دوسرں کی روایت پر راجح ہوگی۔(۲)

اضطراب کی قسم

اضطراب کی دو قسم میں ہیں: (۱) اضطراب فی السند (۲) اضطراب فی المتن

مضطرب السند: وہ حدیث ہے جس کی سند میں اضطراب ہو۔

مثال: حضرت ابوبکرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَاكَ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَأَخَوَاتُهَا. (۳)

امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں اضطراب ہے، کیوں کہ یہ روایت صرف ابواسحاقؒ سے مروی ہے، جب کہ اس میں دس وجہوں سے اختلاف ہے، کسی نے موصولاً کسی نے مرسلاً کسی نے مسند ابوبکرؓ میں شمار کیا ہے، تو کسی نے مسند سعد میں اور کسی نے

(۱) تیسیر ص ۱۲- المنظومۃ البیقونیۃ ص ۱۹۳۔

(۲) تحفۃ الدرر: ص ۳۶۔

(۳) نحوہ فی الترمذی ۱۶۵۔

مسند عائشہ میں شامل کیا ہے، تو چوں کہ اس کے تمام راوی قوت میں ایک درجہ کے ہیں اس لئے ترجیح ممکن نہیں۔(۱)

نوٹ: مزید امثلہ کیلئے ملاحظہ ہو، تحفۃ الدررص ۳۵۔

مضطرب فی المتن: وہ حدیث ہے جس کے متن میں اضطراب ہو۔

ترمذی شریف میں روایت ہے: اِنَّ فِی الْمَالِ لَحَقاً سِوَی الزَّکٰوۃِ. (۲)

جبکہ اس سند سے ابن ماجہ میں اس طرح ہے۔ لَیْسَ فِی الْمَالِ حَقٌّ سِوَی الزَّکٰوۃِ. ظاہر ہے یہ ایک ایسا اضطراب ہے جس کی ترجیح ممکن نہیں۔(۳)

نوٹ: مزید امثلہ کیلئے ملاحظہ ہو تحفۃ الدررص ۳۶۔

حکم: اضطراب چونکہ ضبط کی کمی کی بناء پر ہوتا ہے اس لئے حدیث مضطرب ضعیف ومردود ہے؛ البتہ اگر اضطراب دور ہوجائے تو پھر لائق حجت ہے۔

مصحف ومحرف

وہ حدیث ہے جس کی سند یا متن میں تبدیلی واقع نہ ہو مگر ایک حرف یا چند حروف کے بدل جانے سے ثقہ کی مخالفت ہوجائے۔ پھر اگر حرف کی تبدیلی صرف نقطہ سے ہو تو اس کو مصحف کہیں گے اور اگر ایک حرف دوسرے حرف سے شکلاً بدل جائے تو اس کو محرف کہیں گے۔

مصحف کی قسمیں

مصحف السند: وہ حدیث ہے جس کی سند میں کسی راوی کے نام میں تصحیف ہوجائے۔ جیسے ابن معینؒ نے عوام بن مراجم میں مراجم کو مصحف کرکے مزاحم کردیا۔

مصحف المتن: وہ حدیث ہے جس کے کسی جملہ یا لفظ میں تصحیف ہوجائے۔

(۱) تیسیر ص ۱۱۳، المنظومۃ البیقونیۃ ص ۱۹۲۔ (۲) ترمذی ص ۱۴۳، مشکوۃ ص ۱۶۹۔ (۳) تیسیر ص ۱۱۳، المنظومۃ البیقونیۃ ص ۱۹۵۔

جیسے حدیث ہے: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَاَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ. اس میں راوی ابوبکر صولی نے لفظ "سِتًّا" کو "شَيْئًا" کہہ دیا۔(۱)

محرف کی مثال: راوی عاصم الاحول کو بعض نے واصل الاحدب کر دیا، احول کے معنی بھینگا اور احدب کے معنی کبڑا۔(۲)

تصحیف معنوی

لفظی تصحیف کی بجائے کبھی معنوی تصحیف ہوتی ہے جیسا کہ روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عنزہ کو سامنے رکھ کر نماز پڑھی اب اس لفظ عنزہ کو روایت میں دیکھ کر قبیلہ عنزہ کے ایک فرد، ابوموسی ایک دن کہنے لگے، کہ ہمارے قبیلہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے قبیلہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی ہے، تو عنزہ (بمعنی چھوٹا نیزہ) کو قبیلہ عنزہ سمجھ لیا۔(۳)

حکم: اگر کسی سے اتفاقاً تصحیف ہوجائے تو اس سے راوی مجروح نہ ہوگا۔ لیکن اگر بکثرت ہو تو راوی کا ضبط مجروح ہوجائیگا اور اس صورت میں روایت غیر معتبر ہوگی۔(۴)

تصحیف کا سبب

اکثر و بیشتر تصحیف کا سبب یہ ہوتا ہے کہ راوی کسی محدث سے حدیث اخذ کرنے کے بجائے کتاب سے اخذ کرتا ہے اور کتابت میں خط کی خرابی یا لفظ میں اشتباہ کی وجہ سے کسی لفظ کو کچھ سے کچھ سمجھ لیتا ہے۔ اسی طرح کبھی سننے میں شبہ کی بناء پر بھی تصحیف ہو جاتی ہے۔(۵)

(۱) تدریب ص ۱۱۴۔ مسلم ص ۳۶۹۔ مشکوۃ ۱۷۹۔ (۲) تدریب ص ۱۱۴۔ (۳) ایضاً ص ۱۱۴۔
(۴) تیسیر ص ۱۱۶۔ (۵) تیسیر ص ۱۱۷۔

شاذ ومنکر

مخالفت ثقاہت کی آخری دوصورت شاذ ومنکر ہے،ان دونوں کی تفصیل ماقبل میں زیادتی مضامین کے تحت ص ۶۶ و ۶۸ پر محفوظ اور معروف کی مناسبت سے گزر چکی ہے۔ یہاں اعادہ کی حاجت نہیں۔

جہالت

روایت کے غیر معتبر اور ضعیف ہونے کے اسباب میں سے آٹھواں سبب جہالت ہے یعنی راوی کی ذات یا راوی کے احوال معلوم نہ ہوں۔اب تک جتنے اسباب ضعف گذرے ہیں، ہرایک سبب پر مشتمل حدیث کا کوئی نہ کوئی مستقل اصطلاحی نام ہے،لیکن اس سبب پر مشتمل حدیث کا مستقل اصطلاحی نام نہیں، بلکہ حدیث ضعیف ہی سے اسے تعبیر کرتے ہیں،البتہ حدیث مجہول کہہ سکتے ہیں۔(۱)

حدیث مجہول

وہ حدیث ہے جس کے راوی کی ذات یا اس کے اوصاف واحوال معلوم نہ ہوں۔

اسباب جہالت: راوی کے مجہول ہونے کے تین اسباب ہیں۔

(۱) راوی کا نام مذکور نہ ہو۔

(۲) راوی کا غیر معروف نام مذکور ہو۔

(۳) راوی قلیل الروایہ ہو۔(۲)

(۱) عدم تسمیہ کی بناء پر جہالت

سند میں راوی کبھی اس بناء پر مجہول ہوتا ہے کہ اس کا نام مذکور نہیں ہوتا بلکہ مبہم لفظ سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) علوم الحدیث ص ۱۹۷۔ (۲) تحفۃ الدرر ص ۴۰،تیسیر ص ۱۲۰۔

مثال: بوقت روایت راوی اس طرح مبہم ذکر کرے۔ حَدَّثَنَا ثِقَةٌ، اَنْبَأَنَا صَاحِبٌ لَنَا، أَخْبَرَنِیْ رَجُلٌ. ایسے غیر مسمی راوی کو مبہم اور مجہول راوی کہا جاتا ہے۔

حکم: مجہول الاسم راوی کی روایت ضعیف وغیر معتبر ہے کیوں کہ جب نام معلوم نہیں تو اس کے عادل،غیر عادل ہونے کا علم کس طرح ہوگا؟ لہٰذا اگر کسی محدث نے ثقاہت اور تعدیل کے ساتھ غیر مسمی راوی کا تذکرہ کیا۔مثلاً اخبرنی ثقة. پھر بھی ان کی توثیق معتبر نہیں، کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ ائمہ جرح وتعدیل نے بھی اس کو ثقہ تسلیم کیا ہو۔البتہ ماہر فن محدثین اگر ایسا کریں مثلاً امام بخاری،امام مسلم،امام مالکؒ وغیرہ تو ان کے توثیقی کلمہ کے ساتھ مجہول راوی کی روایت معتبر ہوگی۔(۱)

(۲) غیر معروف نام لینے کی وجہ سے جہالت

کبھی راوی اس بناء پر مجہول ہوتا ہے کہ مشہور نام کے بجائے غیر معروف نام سے اس کو ذکر کیا جاتا ہے۔

مثلا: راوی علَم یا کنیت یا کسی صفت یا پیشہ یا نسبت وغیرہ میں سے کسی ایک سے مشہور ہے،مگر راوی جس نام سے مشہور ہے اس کے بجائے غیر معروف نام سے اس کو ذکر کیا جائے،جس کی بناء پر وہ راوی متعارف نہ ہوسکے، بلکہ یہ خیال ہونے لگے کہ یہ کوئی اور راوی ہے۔

مثال: (۱) حضرت ابو ہریرہؓ اپنی اسی کنیت سے مشہور ہیں،اگر ان کا ذکر ان کے اصلی نام عبدالرحمٰن بن صخر سے کیا جائے،اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر عبداللہ بن عثمان سے کیا جائے تو بہت کم لوگ سمجھ سکیں گے۔(۲)

(۲) محمد بن السائب بن بشر الکلبی ایک راوی ہیں،راویوں نے مختلف الفاظ سے ان کا ذکر کیا ہے،مثلاً بعض حضرات نے ان کو ان کے دادا کی طرف نسبت کرتے ہوئے محمد بن بشر کہا،بعض نے حماد بن السائب سے ذکر کیا،اور بعض نے کنیت کے ساتھ ابوالنصر ذکر

(۱) تحفۃ الدرر ص ۴۰۔(۲) تحفۃ الدرر ص ۴۰۔

کیا، تو بعض نے ابوسعید اور کسی نے ہشام کنیت ذکر کی۔ اس طرح یہ گمان ہونے لگا کہ یہ سب الگ الگ راوی ہیں، یا ایک ہی فرد۔(۱)

حکم: اگر ایسے راوی کی تحقیق کے بعد پتہ چلے کہ وہ ثقہ ہے تو حدیث معتبر، اور اگر ضعیف ہے تو غیر معتبر اور اگر کوئی پہلو سامنے نہ آسکے تو بھی غیر معتبر۔(۲)

(۳) قلیل الروایہ ہونے کی بناء پر جہالت

کبھی راوی اس بناء پر مجہول ہوتا ہے کہ اس سے بہت کم حدیث منقول ہوتی ہے، اس وجہ سے اس سے استفادہ کرنے والے تلامذہ بھی بہت کم ہوتے ہیں، ایسے راوی کا نام مذکور بھی ہو تب بھی وہ متعارف نہ ہوگا، ایسے مجہول راوی کی دو قسم میں ہیں۔(۳)

(۱) مجہول العین (۲) مجہول الحال

مجہول العین: ایسا راوی جس کا نام تو مذکور ہو لیکن صرف ایک راوی نے روایت اخذ کی ہو۔

مثال: ابوالعشراء دارمی، تابعین میں سے ہیں، لیکن ان سے صرف حماد بن سلمہ نے روایت بیان کی ہے، اسی طرح عامر بن شہر اور وہب بن خنبس کا حال ہے۔ اس لئے یہ حضرات مجہول العین کہلاتے ہیں۔(۴)

حکم: مجہول العین کی روایت غیر مقبول ہوتی ہے؛ الا یہ کہ اس کی توثیق ہو جائے جس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) ائمۂ جرح وتعدیل میں سے کسی نے اس کی توثیق کی ہو۔

(ب) یا اس سے روایت کرنے والا ثقہ ہو، اور ہمیشہ ثقہ سے ہی روایت کرتا ہو۔(۵)

مجہول الحال: وہ قلیل الروایہ، راوی جس سے روایت کرنے والے ایک سے زائد ہوں، لیکن کسی امام فن سے اس کی توثیق منقول نہ ہو۔

(۱) تیسیر ص۱۲۰۔ (۲) تحفۃ الدرر ص۴۱۔ (۳) تحفۃ الدرر ص۴۱، ص۱۲۱۔ (۴) تیسیر ص۱۲۰۔ (۵) تیسیر ص۱۲۱۔

مستور: مجہول الحال راوی کا دوسرا نام مستور بھی ہے اور اسی کو مجہول الصفۃ بھی کہتے ہیں۔ مجہول الحال راوی کیلئے عام طور پر مستور ہی استعمال ہوتا ہے اور مجہول العین کے لئے مجہول، استعمال کرتے ہیں۔

حکم: جمہور کے نزدیک غیر معتبر اور ضعیف ہے، البتہ امام ابوحنیفہؒ، ابن حبان، حماد بن ابی سلیمان کے نزدیک مستور کی روایت معتبر ہے۔(۱)

فائدہ: (۱) غیر مسمی راوی کو مبہم کہتے ہیں، ایسے مبہم راوی کے تعارف کیلئے محدثین نے مبہمات نامی کتابیں لکھی ہیں، جن سے ان کے نام کی تعیین ہوتی ہے۔

(۲) غیر معروف نام سے مذکور راویوں کیلئے محدثین نے موضحات نامی کتابیں لکھی ہیں، جن سے راوی کی معرفت ہو جاتی ہے۔

(۳) قلیل الروایہ راوی کو جاننے کیلئے محدثین نے وحدان (ایک شاگرد والے یا ایک حدیث والے راوی) نامی کتابیں لکھی ہیں۔(۲)

(۱) تحفۃ الدرر ص۴۱، وتیسیر ص۱۲۱۔ (۲) تحفۃ الدرر ص۴۱، ۴۰۔

بدعت

حدیث کے غیر معتبر ہونے کے اسباب میں سے نواں سبب بدعت ہے۔

بدعت: وہ عقیدہ یا عمل جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے بعد بطور دین ایجاد کیا جائے یا اختیار کیا جائے۔

یہاں بدعت سے مراد یہ ہے کہ راوی، گمراہ خیالات، باطل فرقوں کے عقائد اور غیر اسلامی نظریات کے عقائد کا حامل ہو۔(۱)

بدعت کی قسمیں

بدعت کی دو قسمیں ہیں: (۱) بدعت مکفرہ (۲) بدعت مفسقہ

بدعت مکفرہ: وہ اعتقاد جو باعث تکفیر ہو، جیسے حضرت علی کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ ان کی ذات میں خدا حلول کر چکا ہے، یا یہ اعتقاد کہ وہ دوبارہ آئیں گے، اسی طرح تحریف قرآن، ختم نبوت کا انکار یا کسی متواتر یا مشہور عام، حکم شرعی کا انکار یا اس کے برخلاف اعتقاد رکھنا یہ سب بدعت مکفرہ میں داخل ہیں۔

بدعت مفسقہ: راوی میں ایسا اعتقاد جو فسق و گمراہی کا ذریعہ ہو یا ایسے عمل کا مرتکب ہو جو بدعت کے دائرہ میں آتا ہو۔ اس کے تحت وہ تمام امور آجاتے ہیں، جن کو کوئی شخص اپنی طرف سے دین کی حیثیت دے دے یا کسی حکم شرعی کا مرتبہ گھٹا دے۔(۲)

حکم: بدعت مکفرہ کے مرتکب راوی کی روایت کسی طرح معتبر نہیں۔

بدعت مفسقہ راوی کی روایت دو شرطوں کے ساتھ مقبول ہوتی ہے۔

(الف) وہ بدعتی راوی اس بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو۔

(ب) اس روایت سے نہ تو اس کی بدعت کا ثبوت ہوتا ہو نہ ہی اس کو تقویت ملتی ہو۔(۳)

فائدہ: (۱) صحاح ستہ میں ایسے ۱۴۱ راوی ہیں جن پر بدعتی ہونے کی تہمت

(۱) تحفۃ الدرر ص۴۲، تیسیر ص۱۲۳۔ (۲) علوم الحدیث ص۲۰۱۔ (۳) تیسیر ۱۲۳۔

لگائی گئی ہے۔ مثلاً ابان بن تغلب ربعیؒ ہیں؛ جو مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور نسائی وغیرہ کے راوی ہیں، ان کو امام ذہبیؒ اور ابن عدیؒ نے شیعہ قرار دیا ہے۔(۱)

(۲) بدعتی کی روایت کا کوئی مستقل نام نہیں البتہ حدیث ضعیف سے تعبیر کرتے ہیں۔(۲)

سوءِ حفظ

حدیث کے غیر معتبر ہونے کا دسواں اور آخری سبب سوءِ حفظ بمعنی حافظہ کی کمزوری ہے۔

سوءِ حفظ: اس سے مراد جس راوی کی غلط بیانی درست بیانی سے زیادہ اور غالب ہو یعنی اس کا حافظہ اس درجہ کمزور ہو کہ اس کا حفظ وضبط خطاء پر غالب نہ ہو بلکہ مغلوب ہو۔ اس صفت سے متصف راوی کو ''سیئ الحفظ'' کہتے ہیں۔(۳)

سوءِ حفظ کی قسمیں

اس کی دو قسمیں ہیں: (۱) سوءِ حفظ لازم (۲) سوءِ حفظ طاری

سوءِ حفظ لازم: وہ سوءِ حفظ جو راوی کو شروع زندگی سے ہو، اور ہر حال میں رہتا ہو۔

سوءِ حفظ طاری: وہ سوءِ حفظ جو ابتدائی زندگی سے نہ ہو بلکہ بعد میں لاحق ہوا ہو، مثلاً بڑھاپے یا بینائی کے ختم ہونے کی بناء پر یا کسی قدرتی اسباب کی بناء پر کمزوری آجائے تو ایسے راوی کی روایت کو مختلط بھی کہتے ہیں۔

ابن لہیعہؒ مشہور محدث ہیں۔ ان کا مکان اور کتابیں جل گئیں تھیں۔ اس کے بعد ان سے روایت نقل کرنے میں غلطی ہونے لگی تھی۔

مثال: ترمذی شریف میں روایت ہے۔

عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيْعَةَ

(۱) آسان اصول حدیث ص۳۹۔ (۲) تیسیر ص۱۲۴۔ (۳) علوم الحدیث ص۲۰۲۔

عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ امْرَأَةً مِنْ بَنِیْ فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلٰی نَعْلَیْنِ فَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ. أَرَضِیْتِ مِنْ نَفْسِکِ وَمَالِکِ بِنَعْلَیْنِ،قَالَتْ نَعَمْ قَالَ : فَاَ جَازَهٗ. (۱)

اس روایت کی سند میں عاصم بن عبیداللہ راوی ہیں جن کواصحاب جرح نے سوء حفظ کے ساتھ متصف کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ متعدد طرق کی بناء پر یہ روایت حسن کے درجہ میں ہے۔ (۲)

حکم: **(الف)** سوء حفظ لازم سے متصف راوی کی روایت غیر معتبر ہے۔

(ب) سوء حفظ طاری سے متصف راوی کی روایت حافظہ کی خرابی سے پہلے کی ہواور ممتاز ہوکہ پہلے کی ہے تو معتبر۔حافظہ کی خرابی کے بعد کی روایات غیر معتبر اور مردود ہیں۔

جن کے متعلق معلوم نہ ہوکہ پہلے کی ہیں یابعد کی تو ایسی روایت کے متعلق جب تک تحقیق نہ ہوجائے اس وقت تک توقف کیا جائے گا۔ (۳)

حدیث مختَلَط

جوراوی سوء حفظ طاری میں مبتلا ہواس کی روایت کومختلط کہتے ہیں،اور راوی کومختلط (بکسر اللام) کہتے ہیں۔گویا سوء حفظ طاری سے متصف راوی کا ہی دوسرا نام مختلط ہے۔ (۴)

(۱) مشکوۃ ص ۲۷۷،ترمذی ص ۲۱۱۔(۲) علوم الحدیث ص ۲۰۳۔(۳) تیسیر ص ۱۲۵۔(۴) تیسیر ص ۱۲۵۔

حدیث کی تقسیم ثالث

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماًاَبَداً ☆ عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

ہرروایت کسی نہ کسی ذات سے منسوب ہوا کرتی ہے یعنی کسی بھی روایت کی نسبت اوراسنادکسی نہ کسی ذات کی طرف ضرور ہوگی، یاتو اس کی نسبت خدا کی طرف یا رسول خداصلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یاصحابی، یا تابعی کی طرف ہوگی۔لہٰذا روایت کی اسنادونسبت کے لحاظ سے چار قسمیں ہیں۔ (۱)

(۱) حدیث قدسی (۲) مرفوع (۳) موقوف (۴) مقطوع

حدیث قدسی

قدس کے معنی منزہ، پاکیزہ۔قدسی میں یائے نسبتی ہے یعنی وہ شئی جو سراپا پاکیزگی کی طرف منسوب ہو، چوں کی حدیث قدسی اللہ سے منقول ہوتی ہے اس لئے ذات باری کی طرف منسوب ہونے کی بناپر قدسی کہتے ہیں، اس کا دوسرا نام حدیث ربانی اور حدیث الٰہی ہے۔ (۲)

اصطلاحی تعریف

وہ حدیث ہے جس کو حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی طرف نسبت کرتے ہوئے بیان فرمائیں۔

(۱) تیسیر ص ۱۲۵۔بعض حضرات نے اسناداورنسبت کے لحاظ سے تین ہی قسم (حدیث قدسی) کے علاوہ ذکر کی ہیں۔(۲) مفتاح الحدیث ص:۵۴-تیسیر ص ۱۲۷۔

مثال:عن ابی ذرؓ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فیما روی عن ربہ تبارک وتعالیٰ انّہ قال :یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ بینکم محرماً فلا تظالموا. (۱)

حدیث قدسی اور قرآن کریم میں فرق

(۱) قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں منجانب اللہ تعالیٰ ہوتے ہیں،جبکہ حدیث قدسی کے معانی منجانب اللہ اور الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہیں۔

(۲) قرآن کا پڑھنا عبادت؛ جبکہ حدیث قدسی کا پڑھنا کارِ ثواب ضرور،مگر بطور عبادت مشروع نہیں۔

(۳) قرآن کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے۔

(۴) قرآن کا منکر کافر ہے جب کہ حدیث قدسی اگر متواتر نہ ہو تو انکار کفر نہیں۔

(۵) قرآن کا جنبی کے لئے پڑھنا اور محدث کے لئے چھونا ممنوع ہے،جبکہ محدث کے لئے حدیث قدسی کا چھونا بلا کراہت جائز اور جنبی وحائضہ کے لئے مع الکراہت جائز۔

(۶) قرآن کے مکمل کلام کو آیت اور خاص حصہ کو سورہ کہتے ہیں،جب کہ حدیث قدسی کا یہ نام نہیں۔

(۷) نزول قرآن جبرئیل کے واسطہ سے بطور وحی جلی کے ہوا ہے،جب کہ حدیث قدسی میں اس کی قید نہیں بلکہ کبھی حضرت جبرئیل کے واسطے سے ہو تو کبھی خواب یا الہام کے ذریعہ ہو۔(۲)

حدیث قدسی کی تعداد

احادیث کے مقابلہ میں حدیث قدسی کی تعداد بہت کم ہے،صاحب تیسیر نے

(۱) مسلم شریف حدیث نمبر ۲۵۷۷۔(۲) تیسیر ص:۱۲۷–علوم الحدیث ص:۳۹–مفتاح الحدیث ص:۵۵

دوسو سے زائد بتلائی ہیں اور بعض نے ۸۶۳،جمع کی ہیں اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ تلاش کے بعد اور بھی ہوسکتی ہیں۔(۱)

حدیث قدسی پر مشتمل کتابیں

(۱)"الاتحاف السَنیة بالاحادیث القدسیة" : عبدالرؤف مناوی کی ہے اس میں دوسو بہتر احادیث ہیں۔

(۲)"الاتحاف السَنیة فی الاحادیث القدسیة": محمد بن محمود مدنی حنفی کی ہے اس میں آٹھ سو تریسٹھ روایات ہیں۔(۲)

حدیث مرفوع

وہ حدیث ہے جس کی نسبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہو۔

وضاحت : یعنی جس روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی چیز کی نسبت کی جائے،نسبت کی جانے والی چیز خواہ آپ کا قول ہو یا فعل،آپ کی تقریر ہو یا وصف اور نسبت کرنے والے صحابی ہوں یا کوئی اور۔اسی طرح سند متصل ہو یا منقطع۔بہر صورت ایسی حدیث کو مرفوع کہیں گے۔(۳)

مرفوع کی قسمیں

حدیث مرفوع کی دو قسمیں ہیں: (۱) مرفوع صریح (۲) مرفوع حکمی

مرفوع صریح : وہ حدیث ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صراحۃً کسی چیز کی نسبت کی جائے۔

(۱) تیسیر ص:۱۲۷–علوم الحدیث ص:۴۰۔ (۲) تیسیر ص:۱۲۸۔ (۳) تیسیر ص:۱۲۹۔

مرفوع حکمی : وہ حدیث ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لفظاً نسبت نہ ہو لیکن کسی وجہ سے آپ ﷺ طرف ہی نسبت کی جائے۔

مرفوع صریح کی قسمیں

مرفوع صریح کی تین قسمیں ہیں:

(۱)مرفوع قولی صریح (۲)مرفوع فعلی صریح (۳)مرفوع تقریری صریح

مرفوع قولی صریح : وہ حدیث ہے جس مین حضور اکرم صلی علیہ وسلم کا صریح ارشاد نقل کیا گیا ہو، خواہ لفظ قال کے ذریعہ یا کسی بھی ایسے لفظ کے ساتھ جس سے آپ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ظاہر ہوتا ہو۔

مثال : قال قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا. سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ. حَدَّثَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. اسی طرح اَمَرَنِيْ بِكَذَا، قَضٰى، نَهٰى، حَكَمَ بِكَذَا، وغیرہ۔اس انداز میں راوی نقل کرے تو اس کو مرفوع قولی صریح کہیں گے۔

مرفوع فعلی صریح : وہ حدیث ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی عمل صراحتاً منقول ہو۔خواہ فعل یا عمل کے ذریعہ یا کسی بھی ایسے لفظ سے جس سے آپ کا فعل معلوم ہوتا ہو۔

مثال : صحابی یا کوئی اور راوی اس طرح کہے: فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا، تَوَضَّأَ، صَلّٰى، صَامَ، اِعْتَكَفَ الخ .

مرفوع تقریری صریح : وہ حدیث ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات کے کہنے یا کسی کام کے کرنے کا ذکر ہو یا کسی مسلمان کے کسی عمل یا کسی بات کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انکار منقول نہ ہو۔

مثال : صحابی یوں نقل کرے: **فعلت بحضرة النبي ﷺ هكذا**:(۱)

تقریر نبوی کا مطلب

تقریر کے عرفی معنی (بیان، وعظ) مراد نہیں بلکہ محدثین کی اصطلاح میں تقریر کہتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی نے کوئی کام کیا ہو یا کوئی بات کہی ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی کام کیا یا کوئی بات کہی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، ایسے قول و عمل کو تقریر کہتے ہیں۔

مرفوع حکمی

مرفوع حکمی کی تین قسمیں ہیں:

(۱)مرفوع قولی حکمی (۲)مرفوع فعلی حکمی (۳)مرفوع تقریری حکمی

مرفوع قولی حکمی :وہ قولی روایت ہے جس کی نسبت ایسے صحابی تک پہنچتی ہو جو

(الف) اسرائیلی روایات نہ بیان کرتے ہوں۔

(ب) نہ اس میں کوئی ایسی بات ہو جس میں اجتہاد کی گنجائش ہو۔

(ج) نہ وہ کسی لفظ کے معنی ہو اور نہ کسی غریب لفظ کی شرح ہو۔(۲)

تو ایسی روایت حکماً حدیث مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہے کیوں کہ ظاہر یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ہی نقل کیا ہوگا۔

مثال: کوئی صحابی گزشتہ واقعات کی خبر دے جیسے کائنات کی خلقت کے احوال، انبیاء کرام کے حالات و واقعات، علامت قیامت، احوال قیامت، یا ملاحم و فتن وغیرہ سے متعلق باتیں۔اس قسم کی باتیں جس صحابی کی روایت میں ہوں، اس کو مرفوع قولی حکمی کہیں گے۔(۳)

(۱)تیسیر ص:۱۲۹۔(۲)تیسیر ص:۱۳۱۔(۳)مذکورہ مضامین کے تحت مشکوۃ جلد دوم میں روایات ملاحظہ ہوں۔تیسیر ص:۱۳۲۔

مرفوع فعلی حکمی : وہ عمل ہے جس کی نسبت صحابی تک پہنچتی ہوا ور وہ ایسا عمل جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو تو ایسے عمل کو حکماً مرفوع کہیں گے۔

مثال : حضرت علیؓ نے نماز کسوف کی ہر رکعت میں دو ررکوع کئے جس کو حضرات شوافع حجت بناتے ہیں۔(۱)

مرفوع تقریری حکمی : وہ حدیث ہے جس میں کوئی صحابی کسی صحابی کے قول وعمل کی اطلاع دے کہ فلاں صحابی دورنبوت میں ایسا کرتے یا کہتے تھے یا فلاں کام میں حرج محسوس نہیں کرتے تھے، تو ایسی روایت مرفوع کے درجہ میں ہوگی۔ کیوں کہ ظاہر یہی ہے کہ صحابۂ کرام ہر کام پوچھ کرکیا کرتے تھے، نیز وہ نزول وحی کا زمانہ تھا اگر ناجائز ہوتا تو ضرور ہدایت دی جاتی جیسا کہ منقول ہے۔

مثال : كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ. (۲)

اس سے صحابی کا مقصد یہی ہے کہ عزل ممنوع ہوتا تو ضرور منع کردیا جاتا، مگر منع نہیں ہوا، یہ اس بات کی علامت ہے کہ جائز ہے۔

اسی طرح صحابی کا یہ کہنا: اُمِرْنَا بِكَذَا، نُهِيْنَا عَنْ كَذَا، مِنَ السُّنَّةِ كَذَا. ان الفاظ سے مروی احادیث بھی مرفوع کے درجہ میں ہوتی ہیں۔ (۳)

حدیث موقوف

وہ روایت ہے جس کی نسبت صحابی تک پہنچتی ہو۔

یعنی اس سند کے ذریعہ کسی صحابی کا کوئی قول یا فعل یا تقریر منقول ہو، خواہ صراحۃً منقول ہو یا اشارۃً۔(۴)

موقوف کی قسم

بعض حضرات نے اس کی بھی تین قسمیں کی ہیں:

(۱) مشکوٰۃ ص:۱۳۰۔ (۲) علوم الحدیث۔ (۳) تیسیر ص:۱۳۳۔ (۴) تیسیر ص:۱۳۰۔

(۱) موقوف قولی (۲) موقوف فعلی (۳) موقوف تقریری

موقوف قولی : وہ روایت ہے جس میں کسی صحابی کا کوئی قول نقل کیا گیا ہو۔

مثال : راوی اس طرح بیان کرے:

قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ حَدِّثُوْا النَّاسَ بِمَايَعْرِفُوْنَ أَتُرِيْدُوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ.(۱)

موقوف فعلی : وہ روایت ہے جس میں کسی صحابی کا کوئی عمل ذکر کیا جائے۔

مثال : امام بخاریؒ کا قول: اَمَّ اِبْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ.(۲)

موقوف تقریری : وہ روایت ہے جس میں کسی صحابی کے سامنے کسی کام کے کئے جانے اور صحابی کے خاموش رہنے کا ذکر ہو۔

مثال : کسی تابعی کا یہ کہنا: فَعَلْتُ كَذَا اَمَامَ اَحَدِ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيَّ.(۳)

حکم : حدیث موقوف کے حکم کی دو جہت ہیں۔

(۱) باعتبار مقبول ولائق عمل (۲) باعتبار استدلال وحجت

باعتبار قبولیت : حدیث موقوف شرائط صحت کے پائے جانے پر مقبول اور نہ پائے جانے پر مردود ہوگی۔

باعتبار حجت واستدلال : اگر حسب شرائط صحت؛ موقوف مقبول قرار پائے تو اس کی دو صورتیں ہونگی۔

(الف) اگر موقوف حکماً مرفوع ہے تو مرفوع کے مانند ہوگی اور لائق حجت واستدلال ہوگی۔

(ب) اگر مرفوع کے حکم میں نہیں تو اس سے احادیث ضعیفہ کی تقویت ہوتی ہے۔

رہا معاملہ مستقل حجت ودلیل بنانے کا تو اس سلسلہ میں تفصیل یہ ہے کہ جو چیزیں خود صحابی سے بغیر کسی اختلاف کے مروی اور منقول ہیں وہ تو حجت ہیں اور جو چیزیں خود حضرات صحابہ سے اختلاف کے ساتھ مروی ہیں تو اکثر کے نزدیک انہی میں سے کسی ایک کو اختیار کیا

(۱) بخاری۔ (۲) بخاری ص:۴۹۔ (۳) تیسیر ص:۱۳۱۔

جائیگا۔ان سب سے ہٹ کر کوئی راہ اختیار نہ کی جائے گی۔(۱)

حدیث مقطوع

وہ قول وفعل ہے جس کی نسبت کسی تابعی کی طرف کی جائے،اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱)مقطوع قولی (۲)مقطوع فعلی

مقطوع قولی : جیسے بدعتی کی اقتداء سے متعلق حضرت حسن بصری کا قول:

صَلِّ و علیه بدعته.(۲)

مقطوع فعلی : جیسے حضرات ابراہیم بن محمد بن منتشرؒ کا بیان کہ حضرت مسروق تابعی اپنے اور اپنے اہل کے درمیان پردہ ڈال کر نماز میں مشغول ہوجاتے تھے۔(۳)

حکم : حسب شرائط،حدیث مقطوع،مقبول بھی ہوسکتی ہے اور مردود بھی۔

اگر حکماً مرفوع کے درجہ میں نہ ہوتو لائق حجت واستدلال نہیں۔

اگر دیگر قرائن کی بناء پر حکماً مرفوع قرار پائے تو لائق استدلال ہوگی۔(۴)

(۱)علوم الحدیث ص:۴۸-تیسیر ص:۱۳۳۔ (۲)بخاری:ص:۹۶۔

(۳)تیسیر ص:۱۳۴۔ (۴)تیسیر ص:۱۳۴۔

حدیث کی تقسیم رابع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ.

واسطۂ سند کی قلت وکثرت کے لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:

(۱)عالی (۲)نازل

سند میں راویوں کی تعداد جس قدر کم ہوگی اس کی صحت کا امکان زیادہ،اور وہم کا احتمال کمتر ہوگا،اس بناء پر کم واسطوں والی سند عالی یعنی بلند رتبہ کہلاتی ہے اور زائد واسطوں والی سند نازل اور سافل یعنی کم رتبہ والی کہلاتی ہے،اسی وجہ سے علو سند کے حاصل کرنے کا محدثین کے نزدیک بڑا اہتمام تھا۔

عالی : جو حدیث،چند سند سے مروی ہو۔اگر ایک سند میں دوسری سند کے مقابلہ میں راوی کی تعداد کم ہو تو وہ سند عالی کہلاتی ہے۔

نازل: جس حدیث کی سند میں راوی کی تعداد دوسری سند کے مقابلہ میں زیادہ ہو،وہ سند نازل کہلاتی ہے۔

مثال: بخاری شریف میں بائیس ثلاثیات ہیں یعنی وہ روایات امام بخاریؒ تک حضور اکرم صلی اللہ علی وسلم سے صرف تین واسطوں سے پہنچتی ہیں۔موطا امام مالک میں ثنائیات بہت زیادہ ہیں۔ترمذی صفحہ/۵۲ میں ایک ثلاثی ہے۔بلکہ مسند امام اعظم میں وحدانیات یعنی ایک واسطہ والی روایات بھی موجود ہیں۔

یہی روایات جب دوسری سندوں سے آئیں اور راویوں کی تعداد اور واسطے بڑھ گئے تو یہ سند سافل کہلائے گی۔

سند عالی کی قسمیں

سند کی بلندی اور علو کے لحاظ سے سند عالی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)علو مطلق (۲)علو نسبی

علو مطلق: یہ ہے کہ راوی سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے کم ہوں۔

مثال: بخاریؒ کی ثلاثیات، موطا امام مالکؒ کی ثنائیات اور مسند امام اعظمؒ کی وحدانیات۔

حکم: علو سند کی یہ اعلیٰ قسم ہے کیوں کہ واسطہ کی قلت سے حدیث کے معتبر ہونے میں اضافہ ہوتا ہے۔

علو نسبی: یہ ہے کہ کسی خاص شخص کے بہ نسبت واسطے کم ہوتے ہوں، خواہ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے زائد ہوں۔

علو نسبی کی چار قسمیں ہیں

(۱) موافقت (۲) بدل (۳) مساوات (۴) مصافحہ

موافقت: اگر کوئی شخص کسی مصنف کتاب کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے اس مصنف کے شیخ تک پہنچ جائے اور اس دوسری سند کے رواۃ کی تعداد بھی کم ہو، تو اسے مصنف کے ساتھ موافقت کہتے ہیں۔

بدل: کوئی شیخ کسی مصنف کتاب اور اس کے شیخ کے سلسلۂ سند کے علاوہ دوسرے سلسلۂ سند سے اس مصنف کے شیخ الشیخ تک پہنچ جائے اور دوسری سند کے رواۃ کی تعداد بھی کم ہو تو اسے مصنف اور اس کے شیخ کا بدل کہتے ہیں۔

موافقت وبدل کی مثال: امام بخاریؒ، قتیبہ بن سعیدؒ اور امام مالکؒ سے روایت نقل کرتے ہیں، اب اگر ہم کسی ایسی سند سے جس میں بخاریؒ کا واسطہ نہ آئے اور قتیبہؒ تک پہنچ جائیں تو یہ امام بخاریؒ کی موافقت ہے اور اگر بلا توسطِ بخاریؒ، وقتیبہؒ ہم کسی اور سند سے امام مالکؒ تک پہنچ جائیں تو اس کا نام بدل ہے۔

مساوات: یہ ہے کہ مصنف کتاب سے لے کر حضور اکرم صلی علیہ وسلم تک رواۃ کی جو تعداد ہے اگر کوئی اور راوی مصنف کے واسطہ کے بغیر وہی روایت نقل کرے اور

اس کے راوی کی تعداد بھی مصنف کے راوی کی تعداد کے برابر ہو۔ مثلاً امام نسائیؒ ایک حدیث نقل کرتے ہیں اور ان کے سلسلہ میں دس راوی ہیں، اب اگر کوئی اور راوی بلا توسط نسائیؒ کسی دوسری سند سے وہی روایت نقل کرے اور اس کی سند کے وسائط بھی دس ہوں تو اس کے اور امام نسائیؒ کے درمیان مساوات ہو جائیگی۔

مصافحہ: یہ ہے کہ ہم اور کسی مصنف کے شاگرد، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک وسائط کی تعداد میں برابر ہو جائیں۔ گویا مصنف سے ہماری ملاقات اور مصافحہ ہو گیا۔(۱)

سند نازل کی قسمیں

جس طرح علو کی اقسام ہیں اسی طرح علو کے مقابلے میں نزول کی بھی اقسام ہیں، کیوں کہ نازل، عالی کا مقابل ہے۔

حکم علو ونزول: (۱) بالاتفاق سند علو افضل ہے؛ بشرطیکہ دونوں کی سند قوت میں برابر ہوں۔

(۲) اگر کسی جگہ سند نازل کے راوی ثقاہت میں بڑھے ہوئے ہوں تو پھر صحت وقوت کی بناء پر نازل ہی عالی مرتبہ کی ہوگی۔

(۱) تیسیر ص:۱۸۲،۱۸۳

تقسیم خامس

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ.

باعتبار صیغ ادا، حدیث کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مسلسل　(۲) معنعن (۱)

مسلسل : مسلسل اس روایت کو کہتے ہیں جس کے تمام راوی یا اکثر ایک ہی صیغہ ولفظ کے ساتھ نقل کریں یا نقل کرتے وقت ہر ایک راوی کی قولی اور فعلی دونوں کیفیت یا صرف قولی یا صرف فعلی کیفیت یکساں ہو۔

مسلسل کی چند صورتیں ہیں

(۱) **مسلسل بالاولیت** : یعنی استاذ جب بھی حدیث کا سبق شروع کرے تو سب سے پہلے وہی حدیث سنائے جو اس نے اپنے شیخ سے سب سے پہلے سنی ہے مثلاً۔

اَلرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ، اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ، يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ.(۲)

ہمارے مرکزی اداروں میں اساتذۂ حدیث کا دستور ہے کہ اسباق کی ابتداء کرنے سے پہلے پوری سند کے ساتھ اسی حدیث سے درس حدیث کی ابتداء کرتے ہیں۔ مسلسل بالاولیت یہی ایک حدیث ہے۔

(۲) **مسلسل باحوال رواۃ** : یعنی وہ حدیث جس میں نقل روایت کے وقت تمام روایوں کی قولی حالت، یا فعلی حالت یا دونوں حالت یکساں رہی ہو، اس اعتبار سے مسلسل باحوال رواۃ کی تین صورتیں ہیں۔

(الف) **مسلسل فی القول** : اس کی مثال حضرت معاذ بن جبلؓ کی

(۱) یہ دونوں آپس میں قسیم نہیں۔ تاہم انضباط کی خاطر دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ خیر محمد جالندھریؒ نے کیا ہے۔ (انعام)　(۲) مشکوٰۃ ص:۴۲۳ - ترمذی ج:۲، ص:۱۴۔

مشہور حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں لہٰذا تم ہر نماز کے بعد یہ دعا کیا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ. (ابوداؤد) اس روایت کو ہر راوی جب کسی سے بیان کرتا ہے تو پہلے کہتا ہے ''وانا احبک فقل الخ'' اس حدیث کو ''مسلسل با لمحبة'' کہتے ہیں۔

(ب) **حدیث مسلسل فی العمل** : وہ روایت ہے جس میں تمام راوی کی عملی حالت ایک ہو جیسے حضرت ابو ہریرۃ کی وہ حدیث کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ کی انگلیوں میں اپنی انگلیوں داخل فرما کر ارشاد فرمایا کہ خدا نے زمین سنیچر کو پیدا کی۔ اب جب بھی کوئی راوی اس روایت کو نقل کرتا ہے؛ تو پہلے اپنے شاگرد کی انگلی میں اپنی انگلیاں رکھ کر روایت نقل کرتا ہے اس کو ''مسلسل با لمشابكة'' کہتے ہیں۔

(ج) **مسلسل فی القول والعمل** : حضرت انسؓ نقل کرتے ہیں کہ بندہ ایمان کی حلاوت محسوس نہیں کر سکتا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے خواہ بھلی ہو یا بری، کڑوی ہو یا میٹھی، یہ ارشاد فرما کر آپؐ نے اپنی داڑھی مبارک پکڑ کر فرمایا کہ میں تقدیر پر ایمان لاتا ہوں۔

اب اس کے تمام راوی جب بھی اس روایت کو نقل کرتے ہیں تو داڑھی پکڑ کر بیان کرتے ہیں، اس کو ''مسلسل بقبض اللحية'' کہتے ہیں۔(۱)

نوٹ : مسلسل کی اور بھی قسمیں ہیں مثلاً مسلسل بصفات رواۃ مسلسل بصفات روایات وغیرہ، ان دونوں کی تفصیل، اختصاراً حذف کردی گئی ہیں، تفصیل کیلئے تیسیر مصطلح الحدیث، ص:۱۸۶ تا ۱۸۷ دیکھئے۔

حدیث معنعن

حدیث معنعن وہ حدیث ہے جس کی سند میں عن فلاں عن فلاں ہو۔(۲)

(۱) المنظومہ ص:۱۰۷، ۱۰۱۔　(۲) معنعن: عنعن بمعنی قال عن عن سے اسم مفعول ہے۔

وضاحت

حدیث کی صحت کے لئے جو پانچ شرطیں مذکور ہوئی ہیں، ان میں ایک شرط متصل السند ہونا ہے اور یہ اس وقت معلوم ہوگا جب کہ ہر راوی سمعتُ یا اس کا مترادف لفظ **حدثنا** وغیرہ سے روایت نقل کرے، لیکن اگر عن سے روایت نقل کرے، تو اس سے صراحتاً سننا ثابت نہیں ہوتا، بلکہ اس میں سماع کے ساتھ، عدم سماع کا بھی احتمال ہوتا ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ راوی نے تو کسی اور راوی سے سنی ہو مگر اس راوی کو حذف کر کے نقل کر رہا ہو، تو اس طرح سند میں اتصال سند کے بجائے انقطاع کا احتمال ہو جاتا ہے۔

عَنعَنَہ کی چند صورتیں اور حکم

(۱) راوی اور مروی دونوں کا زمانہ ایک نہ ہونے کے باوجود، راوی؛ مروی عنہ سے بذریعہ عن روایت کرے۔

(۲) دونوں کا زمانہ تو ایک ہو مگر پوری زندگی دونوں کی ملاقات ثابت نہ ہو، پھر بھی اس سے بذریعہ عن روایت کرے۔

(۳) دونوں کا زمانہ تو ایک ہو البتہ ملاقات کا ہونا ثابت نہ ہو، لیکن راوی مدلس ہو۔

حکم: ان تینوں صورتیں میں حدیث عنعنہ بالاتفاق منقطع اور غیر معتبر قرار پاتی ہے۔

(۴) راوی اور مروی عنہ دونوں ہم زمانہ ہوں دونوں کی ملاقات ثابت نہ ہو، البتہ ایک دوسرے کی ملاقات ممکن ہو، اور راوی مدلس بھی نہ ہو۔ پھر ایسا راوی بصیغہ عن روایت کرے، تو اس صورت میں اختلاف ہے کہ اس کو منقطع کا درجہ دیا جائے یا متصل کا؟

امام بخاریؒ اور دیگر بعض محدثین کے نزدیک چوتھی صورت بھی غیر معتبر ہے اور یہ روایت منقطع کہلائے گی۔ ان حضرات کے نزدیک متصل ہونے کے لیے ایک مرتبہ بھی ملاقات ضروری ہے؛ جبکہ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ رائے قطعاً غلط ہے؛ بلکہ تمام محدثین کے

نزدیک حدیث کے لیے راوی کا مروی عنہ کے معاصر ہونا اور ملاقات کا ممکن ہونا؟ اس حدیث کے متصل کے حکم میں ہونے کے لیے کافی ہے اور اس سے حجت اور استدلال صحیح ہے۔

مثال: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ ابْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ حَدَّثَنَا مُعَاوِیَةُ بْنُ هِشَامٍ ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍعَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِکَتَهُ یُصَلُّوْنَ عَلٰی مَیَامِنِ الصُّفُوْفِ.(۱)

مُؤَنَّن

وہ حدیث ہے جو "أنَّ" کے ذریعہ بیان کی جائے مثلاً راوی کہے: حَدَّثَنَا فُلَانٌ، اِنَّ فُلَاناً قَالَ: ....

حکم: ان کے ذریعہ روایت کا حکم حدیث معنعن کی طرح ہے کہ جن صورتوں میں یہ صحیح اور معتبر ہوتی ہے، انہی صورتوں میں مؤنّن بھی معتبر ہوتی ہے۔(۲)

(۱) ابن ماجہ ص:۷۲-مشکوۃ ص:۹۸ (۲) تیسیر ص:۸۸۔

تقسیم سادس

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً : عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

باعتبار لطائف سند

روای اور مروی عنہ کے درمیان اگر کوئی خصوصی مناسبت پائی جائے تو اس کو لطیفۂ سند کہتے ہیں، سند میں اس خصوصی مناسبت کے اعتبار سے حدیث شریف کی چار قسمیں ہیں۔

(۱) روایت الاقران (۲) روایت المدبج

(۳) روایت الاکابر عن الاصاغر (۴) روایت الاصاغر عن الاکابر

روایت الاقران

اقران، قرین کی جمع ہے جس کے معنی ساتھی، رفیق کے ہیں، روایت الاقران یہ ہے کہ شاگرد واستاذ دونوں کسی امر میں ایک دوسرے سے قریب وشریک ہوں، مثلاً دونوں ہم عمر ہوں، یا دونوں نے ایک ہی طبقہ کے شیوخ واساتذہ سے حدیث حاصل کی ہوں، مثلاً راوی حدیث، سلیمان تیمی اور مسعر بن کدام سے روایت کرتے ہیں جب کہ دونوں باہم قرین ہیں، اس لئے ان کی روایت ''روایۃ الاقران'' کہلائے گی۔

روایت المدبج

مدبج (۱) کی تعریف یہ ہے کہ ایک قرین دوسرے قرین سے روایت نقل کرے۔ گویا روایت اقران ہی کی یہ ایک صورت ہے؛ البتہ مدبج خاص ہے اور روایت

(۱) مدبج: تدبیج سے اسم مفعول ہے۔ مدبج دیباجتی الوجه سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں چہرے کے دونوں رخسار۔ مدبج کے معنی مزین۔

الاقران عام؛ کیوں کہ روایت مدبج میں دونوں جانب سے روایت ہونی ضروری ہے جب کہ روایت اقران میں یہ ضروری نہیں۔

مثال: صحابہ میں سے حضرت عائشہؓ کی حضرت ابو ہریرہؓ سے اور حضرت ابو ہریرہ کی حضرت عائشہ سے روایت، اسی طرح تابعین میں حضرت عمر بن عبد العزیزؒ اور زہریؒ کی ایک دوسرے سے روایت ''روایتِ مدبج'' کہلائے گی۔

روایت الاکابر عن الاصاغر

اس سے مراد کوئی راوی اپنے سے عمر، علم وحفظ میں چھوٹے اور کمتر راوی سے روایت نقل کرے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

(الف) راوی اپنے استاذ سے عمر میں بڑا ہو اور طبقہ میں مقدم ہو جیسے صحابہ کی تابعین سے روایت جیسا کہ حضرات عبادلہ کی حضرت کعب احبارؒ سے نقل کردہ روایات، اسی طرح تابعی کسی تبع تابعی سے روایت نقل کرے۔

(ب) دوسری صورت یہ ہے کہ راوی صرف مرتبہ میں شیخ سے بڑا ہو نہ کہ عمر میں مثلاً کسی حافظ وعالم کا، غیر حافظ وغیر عالم مگر عمر دراز سے روایت اخذ کرنا جیسا کہ امام مالکؒ نے عبداللہ بن دینار سے روایت اخذ کی، جو کہ امام مالک سے عمر میں بڑے تھے، لیکن امام مالکؒ علم وفضل میں بڑے تھے۔

(ج) تیسری صورت یہ ہے کہ راوی عمر ومرتبہ دونوں میں شیخ سے بڑا ہو، جیسا کہ امام بخاری کی روایت امام ترمذیؒ سے۔

اسی کے تحت روایت الاباء عن الابناء اور روایت الشیخ عن التلمیذ داخل ہے۔

روایت الاصاغر عن الاکابر

کم عمر راوی اپنے سے بڑے راوی سے روایت نقل کرے۔ عموماً یہی شکل ہوتی

ہے چنانچہ،عن ابیہ عن جدہ کی سند سے جتنی روایت مروی ہیں وہ سب اسی قسم چہارم میں داخل ہیں،اوراس طرح کی سند میں ہر جگہ دونوں ضمیر کا مرجع پہلا راوی ہوا کرتا ہے،مثلاً راوی حدیث بھز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ میں ضمیر کی وضاحت اس طرح ہے کہ بہز اپنے والد حکیم سے اور حکیم بہز کے دادا،یعنی اپنے والد معاویہ بن حیدہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔البتہ کتب حدیث میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی مشہور سند اس سے مستثنٰی ہے۔

روایت الابناء عن الآباء اسی کے تحت داخل ہے۔(۱)

فائدہ: سابق ولاحق (۲)

ایسے دوراوی جوکسی استاذ سے روایت کی تحصیل میں شریک ہوں،مگران دونوں میں سے ایک کا انتقال پہلے ہوجائے تو جس کا انتقال پہلے ہوجائے اس کو سابق اور بعد میں مرنے والے کو لاحق کہتے ہیں۔

مثال: محمد بن اسحاق سراج سے امام بخاری اور خفاف دونوں نے روایت حاصل کی ہے؛مگران دونوں کی وفات کے درمیان تقریباً ایک سوسینتیس یا اس سے زائد سالوں کا فاصلہ ہے کیوں کہ امام بخاریؒ کی وفات ۲۵۶ھ میں اور خفاف نیشاپوری کی ۳۹۳ھ میں ہوئی۔

(۱)المنظومۃ البیقونیۃ ص:۲۰۲تا۲۰۷-علوم الحدیث ص:۲۹۵-تحفۃ الدرر ص:۵۵۔

(۲)لاحق سے اگر کوئی روایت نقل کرے تو اس کو ایک قسم کا علوسند کہا جاتا ہے،نیز تدلیس کا شبہ بھی ختم ہوجاتا ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماًاَبَداً : عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِالْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

بحث باعتبار تحمل حدیث

محدث سے حدیث حاصل کرنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔محدثین نے اس کی آٹھ شکلیں لکھی ہیں اورمتاخرین نے ان میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ صیغۂ خاص کر دیا ہے۔ذیل میں تحمل حدیث کی شکلوں کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

(۱)سماع وتحدیث (۲)قراءۃ علی الشیخ (۳)اجازت (۴)مناولہ

(۵)مراسلہ (۶)وجادہ (۷)وصیت (۸)اعلام

﴿۱﴾سَماع وتحدیث

اخذ حدیث کی ایک صورت یہ ہے کہ استاذ زبانی یا کتاب دیکھ کر حدیث طلبہ کو سنائے،خواہ طلبہ لکھیں یا نہ لکھیں،اس صورت کو سماع وتحدیث سے تعبیر کرتے ہیں۔البتہ ابتدائی دور میں اس طرح حدیث حاصل کرنے کے بعد شاگرد جب اسے نقل کرتا تو کوئی بھی ایسا لفظ استعمال کرتا جو اس صورت کو ظاہر کرتا،ہو،مثلاً حَدَّثَنَا، أَخْبَرَنَا، اَنْبَأَنَا، سَمِعْنَا، قَالَ لَنَا، ذَکَرَ لَنَا، لیکن بعد میں متاخرین نے اس کے لئے دولفظ خاص کردیئے کہ سَمِعْتُ، سَمِعْنَا، یا پھر حَدَّثَنِیْ، حَدَّثَنَا استعمال کیا جائے تاکہ دوسری شکلوں سے اشتباہ نہ ہو۔(۱)

﴿۲﴾قراءۃ علی الشیخ واخبار

اخذ حدیث کی ایک صورت یہ ہے کہ شاگرد زبانی یا کتاب دیکھ کر شیخ کو سنائے،اور

(۱)اگر تنہا ہو تو واحد کا صیغہ اور کئی افراد ہوں تو جمع کا صیغہ استعمال کیا جائیگا۔تیسیر ص:۱۵۹۔

شیخ اس کی تصدیق کرے، اس کو قراءۃ علی الشیخ، عرض علی الشیخ اور اخبار سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس صورت کے لئے بھی نقل روایت کے وقت ان تمام الفاظ کو استعمال کرسکتے ہیں جن سے یہ مفہوم ادا ہو جاتا ہو، البتہ اس کے لئے اَخْبَرَنِیْ، اَخْبَرَنَا، کا لفظ خاص ہو چکا ہے اور اکثر محدثین کا معمول یہی ہے۔(۱)

ان میں افضل کیا ہے؟

تحمل حدیث کی دونوں صورتوں میں افضل وبہتر کونسی صورت ہے؟

امام بخاریؒ، امام مالکؒ اور دیگر محدثین کے نزدیک دونوں صورتیں بہتر ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء کے نزدیک پہلی صورت بہتر ہے، اس سلسلے میں قول فیصل یہ ہے کہ زمانہ اور حالات کے مطابق جس صورت میں سہو وخطا کا امکان کم ہو وہ بہتر ہے۔ موجودہ دور میں عامۃً اخبار اور قراۃ علی الشیخ کی صورت رائج ہے۔

﴿۳﴾ اِجازت

کوئی شیخ کسی طالب علم سے یوں کہے کہ میں تم کو اپنے واسطے سے فلاں حدیث یا فلاں کتاب حدیث، روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں، اس کو اجازت فی الحدیث سے تعبیر کرتے ہیں، اس کی بہت سی شکلیں ہیں۔ مثلاً:

(۱) کسی متعین شاگرد کو کسی خاص کتاب حدیث کی روایت نقل کرنے کی اجازت دی جائے۔

(۲) کسی متعین یا غیر متعین شخص کو اپنی تمام مرویات کی اجازت دی جائے۔

(۳) کسی غیر موجود شخص کو اجازت دی جائے، ان میں پہلی شکل پر عموماً ہر زمانہ میں عمل رہا ہے اور محدثین کے یہاں کافی عظمت کے ساتھ اجازت حدیث حاصل کی جاتی ہے۔(۲)

(۱) تیسیر ص:۱۵۹۔ (۲) تیسیر ص:۱۶

اس طرح حدیث حاصل ہونے کے بعد اس کو نقل کرنے کے لئے وہ تمام الفاظ استعمال ہو سکتے ہیں جو پہلی اور دوسری شکل میں مذکور ہیں، لیکن اجازت کی وضاحت کے ساتھ مثلاً حدثنا اجازۃً وغیرہ، لیکن متاخرین کے نزدیک اب اس کے لئے اَنْبَانِیْ، اَنْبَأَنَا، کا لفظ خاص ہے۔(۱)

﴿۴﴾ مُناولہ

شیخ اپنی اصل کتاب یا اس کی نقل اپنے شاگرد کو دیدے یا شاگرد نقل کرکے استاذ کے سامنے پیش کردے، اس طرح حدیث حاصل ہونے کو مناولہ کہتے ہیں۔

(الف) اگر شیخ اپنا نوشتہ دیتے ہوئے اپنی سند سے بیان روایت کی اجازت دے دے تو اس سے روایت جائز ہے۔ اس صورت میں نقل روایت کے وقت ان الفاظ کو استعمال کرسکتے ہیں جن سے سننے اور پڑھنے کا مفہوم ظاہر ہوتا ہے، مگر مناولہ کی قید کے ساتھ مثلاً حَدَّثَنَا مُنَاوَلَةً، اَخْبَرَنَا مُنَاوَلَةً، لیکن متاخرین نے نَاوَلَنِیْ، وَاَجَازَ مُنَاوَلَةً، حَدَّثَنَا مُنَاوَلَةً وغیرہ کے الفاظ کو خاص کردیا ہے۔

(ب) اور اگر شیخ نے صرف اپنی کتاب دی اور زبان سے کچھ نہیں کہا، تو پھر اس صورت میں ان کے واسطہ سے روایت نقل کرنا جائز نہیں۔(۲)

﴿۵﴾ مُکاتَبہ

شیخ اپنی سنی ہوئی احادیث کسی حاضر یا غائب شخص کو لکھ کر دیدے یا بھیج دے، اور اس میں صراحت کردے کہ میری سند کے ساتھ بیان کرنے کی اجازت دیتا ہوں، اس شیخ کی تحریر وخط کو اگر یہ پہچانتا ہو؛ تو اس اعتماد کی بناء پر روایت کرنا جائز ہوگا۔ اور اگر شیخ نے اپنی اس تحریر کے ساتھ اجازت کی صراحت نہیں کی؛ تو بعض کے نزدیک نقل روایت جائز نہیں۔

(۱) تیسیر ص:۱۶۲۔ علوم الحدیث ص:۳۱۱۔ تحفۃ الدرر ص:۶۲۔ (۲) تیسیر ص:۱۶۳، ۱۶۲۔

مگر اکثر محدثین کے نزدیک لکھ کر بھیجنا اجازت کی علامت ہے، لہٰذا بیان کرنا جائز ہے۔

اس صورت میں بیان روایت کے وقت وہ الفاظ استعمال کئے جائیں، جن سے اس صورت کی صراحت ہوتی ہو مثلاً کَتَبَ اِلَیَّ فُلَانٌ. اسی طرح وہ الفاظ بھی استعمال کر سکتے ہیں جو سننے اور پڑھنے پر دلالت کرتے ہوں، مگر اس شرط کے ساتھ کہ کتاب کی قید لگی ہوئی ہو، مثلاً حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ اور اَخْبَرَنِیْ فُلَانٌ کِتَابَۃً۔(۱)

﴿۶﴾ اِعلام

کوئی محدث اپنے شاگرد کو یہ بتلا دے کہ فلاں حدیث یا فلاں کتابِ حدیث میں نے فلاں شیخ سے پڑھی یا سنی ہے اور ان کے واسطے سے نقل کرتا ہوں، اس اطلاع کے ساتھ روایت کرنے کی اجازت بھی دیدے تو نقل روایت جائز ہے لہٰذا اس طرح نقل کرے اَعْلَمَنِیْ شَیْخِیْ بِکَذَا. اور اگر صرف اعلام ہوا اجازت کی صراحت نہ ہو تو علامہ ابن الصلاحؒ اور امام نوویؒ کے نزدیک روایت کرنا جائز نہیں۔

﴿۷﴾ وصیت

کوئی محدث بوقت موت یا بوقت سفر اپنی جمع کردہ احادیث کے متعلق وصیت کر دے کہ فلاں کو دے دی جائے تو اس کی سند سے اس کو نقل کرنا جائز نہیں تاہم، اگر نقل کرے تو اس طرح کہے اَوْصیٰ اِلَیَّ فُلَانٌ بِکَذَا. حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ وَصِیَّۃً۔(۲)

﴿۸﴾ وجادۃ

کسی شخص کو کسی محدث کا تحریر کردہ مجموعہ حدیث مل جائے اور اس کو شیخ کے طرز تحریر یا دستخط یا شہادت کے ذریعہ یقین ہو جائے کہ فلاں محدث کی تحریر ہے، اگر اس تحریر میں

(۱)علوم الحدیث ص:۳۱۵۔ (۲)تیسیر ص:۱۶۴

اجازت ہو کہ جس کو مل جائے، وہ میری سند سے نقل کرسکتا ہے تو اس صورت میں وَجَدْتُّ بِخَطِّ فُلَانٍ یا قَرَأْتُ بِخَطِّ فُلَانٍ، کے ذریعہ نقل کرے اور اگر پورا اعتماد نہ ہو کہ فلاں محدث کی ہی تحریر ہے؛ تو بَلَغَنِیْ عَنْ فُلَانٍ یا وَجَدْتُّ عَنْ فُلَانٍ کے ذریعہ نقل کرے۔(۱)

(۱)علوم الحدیث ص:۳۱۵۔فتح المغیث ص:۱۸۷تا۲۲۸۔

کتب حدیث کی قسمیں

باضابطہ تدوین حدیث کا سلسلہ حضرت عمر عبدالعزیزؒ کے دور سے شروع ہوااور محدثین نے اپنے اپنے ذوق علمی اور حالات کے پیش نظر مختلف انداز میں احادیث جمع کرنے کا اسلوب اختیار کیا ہے، چنانچہ اسلوب وانداز کے مختلف ہونے کی بناء پر کتب حدیث کے نام بھی مختلف ہوگئے۔

(۱)اولاً ہرایک کا نام، پھراس کا تعارف ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) جامع (۲) سنن (۳) معجم (۴) مسانید(۵) مستدرک (۶) مستخرج (۷)جزء (۸) اطراف (۹) تجرید (۱۰) تخریج (۱۱) مجمع (۱۲) مفاتیح فہارس (۱۳)اربعین (۱۴) زوائد (۱۵) موضوعات (۱۶) کتب ترغیب وترہیب (۱۷) کتب احادیث مشہورہ (۱۸) کتب غریب الحدیث (۱۹) کتاب الاذکار (۲۰)علل (۲۱) کتب تفسیر ماثور(۲۲)مسلسلات۔

جامع :اس کتاب حدیث کو کہتے ہیں جس میں آٹھ مضامین سے متعلق احادیث ہوں،ان مضامین کو شعر میں اس طرح کہا گیا ہے۔

سیروآداب وتفسیر وعقائد ☆ فتن واشراط واحکام ومناقب

سنن: وہ کتاب حدیث ہے جس میں ابواب فقہیہ کی ترتیب پراحادیث احکام جمع کی گئی ہوں۔

جمع احادیث کے ابتدائی دور میں ایسی کتابوں کو ابواب کہاجاتا تھا،بعد میں نام بدل کر مصنف کہاجانے لگا،لیکن پھر جلد ہی سنن کے نام سے معروف ومشہور ہوگئیں۔صحاح ستہ میں جہاں سنن اربعہ بولتے ہیں تو اس سے نسائی، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ مراد ہوتی ہیں،اس کے علاوہ اور بھی سنن کے نام سے کتابیں ہیں مثلاً دارقطنی ، دارمی ،بیہقی ،سعید بن منصور۔

معجم : وہ کتاب حدیث ہے جس میں اساتذہ کے ناموں کی ترتیب پر حدیثیں جمع کی گئی ہوں،یعنی ایک شیخ کی ساری احادیث ایک جگہ ذکر کردی جائیں،لیکن حضرت شیخ زکریاؒ فرماتے تھے کہ یہ تعریف صحیح نہیں، بلکہ معجم ان کتب حدیث کو کہیں گی جن میں حروف تہجی کی ترتیب پراحادیث جمع کی گئی ہوں،خواہ وہ ترتیب صحابہ کرام کی ہوں یا شیوخ کی،معاجم تو کئی ایک ہیں،لیکن امام طبرانی کی تین معجم (**المعجم الکبیر** ،**المعجم الاوسط**، **المعجم الصغیر**) زیادہ مشہور ہیں۔

مسانید : وہ کتب حدیث ہیں جن کو صحابہ کی ترتیب پرجمع کیا گیا ہو،یعنی ایک صحابی کی تمام مرویات ایک ہی جگہ ہوں،خواہ کسی بھی باب سے متعلق ہوں،اب صحابہ کی ترتیب میں کبھی تو الافضل فالافضل کا اعتبار کرتے ہوئے نام لاتے ہیں اور کبھی سبقت فی الاسلام یا حروف تہجی کے اعتبار سے ذکر کرتے ہیں۔عام طور پر زیادہ معروف ومشہور یہ مسانید ہیں،مسندامام احمد،مسندابوداؤدطیالسی،مسندحمیدی۔

مستدرک : محدثین نے اپنی کتب حدیث میں جن شرطوں کوملحوظ رکھ کر احادیث مرتب کی ہیں، پھربھی ان کی شرطوں کے مطابق ہونے کے باوجود بہت سی احادیث ان کتابوںؒ میں نہ آسکیں،ایسی احادیث کو بعد میں لوگوں نے جمع کیا تو ایسے مجموعہ کومستدرک کہتے ہیں۔اس سلسلے میں سب سے زیادہ مشہورمستدرک حاکم ہے،جس میں انہوں نے ان روایتوں کوجمع کیا ہے جوصحیحین میں نہیں ہیں،لیکن ان کے زعم کے مطابق وہ علی شرط الشیخین ہیں۔

مستخرج : وہ کتاب حدیث ہے جس میں کسی بھی کتاب کی احادیث کواپنی ایسی سند سے روایت کی جائے اس میں کہ اس کتاب کے مصنف کاواسطہ نہ آتا ہو،یہ کام مسلم شریف پربھی ہوا،مثلاً **مستخرج ابوعوانة علی صحیح مسلم**، **مستخرج ابونعیم علی صحیح مسلم**، ان دونوں کے مصنف نےمسلم کی روایتوں کوایسی سند

سے نقل کیا ہے کہ اس میں امام مسلم کا واسطہ نہیں آتا۔

جزء: وہ کتاب ہے جس میں کسی خاص مسئلہ سے متعلق احادیث ہوں، جیسے جُزْءُ الْقَرَاءَ ةِ لِلْبُخَارِیْ، جُزْءُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ، جُزْءُ الْجَهْرِ بِبِسْمِ اللّٰهِ لِلدَّارِ قُطْنِیْ. حضرت شیخ زکریا کی جُزْءُ حَجَّةِ الْوِدَاعِ وغیرہ۔

موضوعات: وہ کتابیں ہیں جن میں احادیث موضوعہ جمع ہوں جیسے ملا علی قاریؒ کی اَلْمَوْضُوْعَاتُ الْکَبِیْرُ.

ابن جوزی کی کتاب الموضوعات، علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی اَللَّآلِی الْمَصْنُوْعَةُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمَوْضُوْعَةِ. حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی اَلْاَحَادِیْثُ الْمَرْفُوْعَةُ فِی الْاَخْبَارِ الْمَوْضُوْعَةِ وغیرہ۔

ترغیب وترہیب: جس کتاب ہے میں عمل سے متعلق ترغیب وترہیب یعنی رغبت دلانے والی، خوف پیدا کرنے والی روایات جمع کردی جائیں جیسے علامہ منذری کی الترغیب والترہیب۔

کتب احادیث مشہور: ایسی کتاب جس میں ان احادیث کی تخریج وتحقیق کی گئی ہو جو عوام وخواص میں مشہور ومعروف ہوں جیسے علامہ سخاویؒ کی اَلْمَقَاصِدُ الْحَسَنَةُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُشْتَهَرَةِ عَلَی الْاَلْسِنَةِ. علامہ زرکشیؒ کی اَلتَّذْکِرَةُ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُشْتَهَرَةِ، اسماعیل بن محمد عجلونیؒ کی کَشْفُ الْخَطَا وَمُزِیْلُ الْاَلْبَاسِ فِیْمَا اشْتَهَرَ مِنَ الْحَدِیْثِ عَلٰی اَلْسِنَةِ النَّاسِ.

غریب الحدیث: وہ کتاب ہے جس میں احادیث میں آئے ہوئے اہم الفاظ کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کئے جائیں۔ جیسے علامہ محمد بن طاہر پٹنیؒ کی، مَجْمَعُ بِحَارِ الْاَنْوَارِ، علامہ زمخشریؒ کی اَلْفَائِقُ اور ابن اثیر جزریؒ کی اَلنِّهَایَةُ فِیْ غَرِیْبِ الْحَدِیْثِ.

علل: کسی کتاب میں ایسی ہی روایات جمع کردی جائیں جن کی سند پر کلام ہو جیسا کہ امام ترمذی کی کتاب العلل الکبیر اور کتاب الصغیر مشہور ہے اور ترمذی کے اخیر میں

ملحق ہے، اسی طرح امام بخاریؒ کی کتاب العلل، اور امام مسلم کی کتاب العلل۔

کتاب الاذکار وہ کتاب ہے جس میں ایسی دعائیں جمع کردی جائیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوں جیسے امام نوویؒ کی الاذکار، ابن جزریؒ کی اَلْحِصْنُ الْحَصِیْنُ اور ابھی حال ہی میں ہمارے استاذ مکرم حضرت مفتی ارشاد صاحب بھاگلپوری کی ''اَلدُّعَاءُ الْمَسْنُوْنُ'' جو نہایت مبسوط اور جامع ہے۔

کتب تفسیر: تفسیر کی ایسی کتاب جس میں زیادہ تر احادیث ہی کے ذریعہ تفسیر کی گئی ہو، دوسری چیزیں برائے نام ہوں جیسے امام طبریؒ کی البیان، سیوطیؒ کی الدر المنثور، علامہ شوکانیؒ کی فتح القدیر، اردو میں انوار البیان جو حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی کی ہے۔

مسلسلات: وہ کتاب ہے جس میں اس قسم کی روایات جمع کردی جائیں جن کے سبھی راوی ایک ہی انداز وصفت کے ساتھ بیان کریں جیسے علامہ سیوطیؒ کی مسلسلات کبریٰ، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی ''المسلسلات''.

اطراف: وہ کتاب حدیث ہے جس میں حدیث کا ایک حصہ ذکر کرنے کے بعد تمام اسناد کو جمع کردیا جائے، جیسے ابوالحجاج امام مزی متوفی ۷۴۲ھ کی تحفہ الاشراف بمعرفة الاطراف، صحاح ستہ کی روایات کے اطراف میں اطراف الصحیحین، ابراہیم بن محمد ابومسعود دمشقی کی ہے، ''الاشراف فی معرفة الاطراف'' سنن ثلاثہ کی احادیث پر مشتمل ہے۔

تجرید: اس کتاب حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند اور مکررات کو حذف کردیا جائے، اور صرف صحابی کا نام باقی رکھا جائے جیسے علامہ زبیدیؒ کی تجرید بخاری اور علامہ قرطبی کی تجرید مسلم۔ مشکوٰۃ کو بھی تجرید کہہ سکتے ہیں۔

تخریج: وہ کتاب حدیث ہے جس میں کسی کتاب کی بے سند اور بے حوالہ حدیث کو حوالہ اور سند کے ساتھ درج کیا گیا ہو جیسے مشہور تفسیر ''الکشاف'' کی احادیث کی تخریج علامہ زیلعیؒ نے کی، اسی طرح ہدایہ کی احادیث کی تخریج نصب الرایة کے عنوان

سے کی، علامہ ابن حجرؒ کی الدرایة اور التلخیص الحبیر.

مجمع : وہ کتاب حدیث، جس میں کئی کتاب حدیث کی سند و مکررات کو حذف کر کے جمع کر دیا جائے، جیسے علامہ حمیدی اندلسیؒ کی الجمع بین الصحیحین اور ابن الاثیر جزریؒ کی جامع الاصول، جس میں صحاح ستہ جمع ہیں، حسن بن صنعانی کی مشارق الانوار، محمد بن سلیمان کی جمع الفوائد من جامع الاصول والزوائد، (جو صحاح ستہ، مؤطا، سنن دارمی، مسند احمد) مسند ابویعلی موصلی، مسند ابوبکر بزاز اور معاجم ثلاثہ پر مشتمل ہے۔

فهارس : وہ کتاب جس میں ایک یا چند کتب حدیث کی فہرست ہو خواہ اجمالاً یا تفصیلاً۔

نیز یہ فہرست دو طرح مرتب کی جاتی ہے۔ ایک تو حروف تہجی کے اعتبات سے جیسے مفتاح الصحیحین، مفهرس لا حادیث مسلم القو لیة، اَلْمُعْجَمُ الْمَفَهْرِسُ لِاَلْفَاظِ الْحَدِيْثِ.

یا مضمون کے لحاظ سے فہرست تیار کی جاتی ہے مثلاً مفتاح کنوز السنة جس میں چودہ کتب حدیث کی فہرست تیار کی گئی ہے اور اب تو تقریباً ہر حدیث کی کتاب کے ساتھ اس کی فہرست شائع ہونے لگی ہے۔

اربعین : وہ کتاب جس میں ایک موضوع یا مختلف موجوع سے متعلق احادیث جمع کر دی جائیں جیسے امام نووی کی ''اربعین''۔ اس وقت تو بہت سی اربعینات شائع ہو چکی ہیں۔

زوائد: وہ کتاب جس میں وہ حدیثیں جمع کر دی جائیں جو کسی دوسری کتاب سے زائد ہیں جیسے علامہ ابوالعباس احمد بوصیری کی ''مصباح الزجاجة فی زوائد ابن ماجة''، علامہ ہیثمیؒ کی ''مجمع الزوائد ومنبع الفوائد''، اس میں مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابویعلی اور معاجم ثلاثہ کی ان احادیث کو جمع کیا گیا ہے جو صحاح ستہ میں نہیں ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ.

کتب حدیث کے طبقات

محدثین نے اپنے اپنے ذوقِ انتخاب اور مخصوص اغراض و مقاصد کے پیش نظر مختلف انداز میں کتب احادیث مرتب کی ہیں۔ ظاہر ہے سبھی محدثین کی تالیف یکساں نہیں ہو سکتیں، بلکہ صحت کے اعتبار سے ان میں فرق مراتب ہے، لہٰذا علم حدیث سے شغل رکھنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ زمانۂ قدیم کی جس قدر بھی کتب احادیث ہیں ان کے متعلق معلوم ہو کہ کونسی کتاب کس درجہ کی ہے اور یہ کہ کونسی کتاب میں کس کس درجہ کی احادیث ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ نے اپنے ایک شاگرد کو ایک خط تحریر فرمایا جواب رسالہ کی شکل میں ''مَا یَجِبُ حِفْظُهُ لِلنَّاظِرِ'' کے نام سے مطبوع ہے، اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے کتب احادیث کو پانچ طبقوں میں تقسیم کیا ہے۔

طبقۂ اولیٰ: پہلے طبقہ میں وہ کتب حدیث شامل ہیں جن کے مؤلفین نے صرف اور صرف ان احادیث کو جمع فرمایا ہے، جو ان کے نظریہ کے مطابق حدیثِ صحیح کی شرائط کے مطابق ہیں۔ ایسی کتابیں صحاحِ مجردہ کہلاتی ہیں، اس طبقہ میں یہ کتابیں ہیں:

بخاری، مسلم، مؤطا، صحیح ابن حبان، صحیح ابن خزیمة، المنتقیٰ لابن الجارود، المنتقی للقاسم، المخارة للمقدسی، صحیح ابن السکن، صحیح ابن العوانة، مستدرک حاکم.

ان کتابوں کو صحاحِ مجردہ میں شمار کرنا؛ اس اعتبار سے ہے کہ ان کے مؤلفین کے نظریہ اور تحقیق کے مطابق صحیح ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ فی الواقع بھی اس کی ہر حدیث صحیح ہو، البتہ صحیحین اور مؤطا امام مالک کے بارے میں محدثین متفق ہیں کہ ان کی ہر حدیث فی الواقع صحیح ہے اور صحت کی ساری شرطیں ان میں پائی جاتی ہیں۔

کتب صحیحہ کا مختصر تعارف

صحیح ابن حبان : ابن حبانؒ نے جو شرائط مقرر کی ہیں ان کی پابندی تو کی ہے، لیکن کسی بھی حدیث کی تصحیح کے معاملہ میں نرم ہیں جس کی دو وجہ ہیں۔

(الف) ان کے نزدیک ''حسن'' حدیث کی کوئی قسم نہیں بلکہ صحیح میں شامل ہے، لہٰذا بہت سی وہ احادیث جو دیگر محدثین کے نزدیک حسن ہیں ان کے نزدیک صحیح ہیں (ب) عام محدثین کے نزدیک مجہول کی روایت ضعیف ہے، لیکن ابن حبان کے نزدیک اگر مجہول راوی کا شیخ اور شاگرد دونوں ثقہ اور معروف ہیں، تو ایسے مجہول راوی کی روایت ضعیف نہیں کہلاتی بلکہ صحیح ہوتی ہیں۔ اس نظریہ کے مطابق انہوں نے ہر اس حدیث کو اس میں شامل کیا ہے جس کو دیگر محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، اس بناء پر حقیقتاً یہ کتاب صحاح مجردہ میں شامل نہیں۔

صحیح ابن خزیمۃ : صحت کے اعتبار سے ابن حبان سے فائق ہے حافظ سخاویؒ نے فتح المغیث میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کی سبھی حدیثیں صحیح ہوں ایسا نہیں بلکہ اس میں احادیث ضعیفہ بھی ہیں، چنانچہ چند مثالیں بھی پیش فرمائی ہیں۔(۱)

المنتقٰی : یہ ابو عبداللہ ابن الجارودؒ کی ہے، اس میں بھی کچھ حدیثیں وہ ہیں جن پر تنقید کی گئی ہے البتہ اس میں اکثر وہ احادیث ہیں جو صحیحین میں موجود ہیں۔ یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کی ہے۔

المنتقٰی : یہ محدث قاسم بن اصبغ کی ہے، اس کے احوال ابن الجارود کی منتقی کی طرح ہیں۔

المختارۃ : یہ محدث ضیاء الدین المقدسی کی ہے اور ساتویں صدی ہجری کی ہے، اس میں بھی معدودے چند احادیث ضعیفہ موجود ہیں البتہ اس کی ترتیب صحابہ کی ترتیب بر حروف تہجی کے اعتبار سے ہے۔

(۱) فتح المغیث ص:۳۱۔

صحیح ابن السکن : یہ کتاب نایاب ہے۔

المستدرک للحاکم : امام حاکم محدثین کی نظر میں اخذ روایت کے سلسلے میں بہت ہی نرم اور متساہل ہیں، یہی وجہ ہے کہ بہت سی احادیث ضعیفہ، منکر، اور بعض موضوع رویات کو بھی صحیح قرار دیا ہے، علامہ شمش الدین ذہبیؒ کا قول جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ مستدرک حاکم کی نصف احادیث تو بخاری و مسلم کی شرائط کے مطابق ہیں اور ایک ربع ایسی ہیں جن کے رجال قابل استدلال ہیں، لیکن ان میں کوئی نہ کوئی علت پائی جاتی ہے، ایسی احادیث کی تعداد دو سو ہے، ان پر عمل کرنا مناسب نہیں اور باقی ایک چوتھائی حصہ انتہائی ضعیف و منکر اور موضوع احادیث پر مشتمل ہے؛ اس بناء پر محدثین کا اتفاق ہے کہ اس کو تیسرے طبقہ میں شمار کرنا چاہیئے، مگر محض اس بناء پر پہلے طبقہ میں شامل کیا گیا کہ امام حاکم کے زعم کے مطابق یہ احادیث شیخین کی شرائط کے مطابق ہیں۔

طبقۂ ثانیہ

اس طبقہ میں وہ کتب حدیث شامل ہیں جن کے مؤلفین نے یہ التزام کیا ہے کہ کوئی حدیث درجۂ حسن سے کم نہ آئے، اگر کوئی ضعیف حدیث بھی نقل کی ہے تو اس کے ضعف کو ظاہر کر دیا ہے، اسی بناء پر یہ بات مسلم ہے کہ اس طبقہ میں شامل شدہ کتب احادیث کے مؤلفین اگر کسی حدیث پر سکوت کریں تو ان کے نزدیک وہ کم از کم حسن ضروری ہوگی، جیسے نسائی، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ۔

نسائی : اس طبقہ میں سب سے فائق نسائی شریف ہے، کیوں کہ اس کی ہر حدیث امام نسائی کے نزدیک کم از کم حسن ضرور ہے اگر کوئی ضعیف روایت آ گئی تو اس پر تنبیہ بھی فرماتے ہیں۔

ابوداؤد شریف : دوسرے نمبر پر یہ کتاب ہے، اس میں جہاں امام

ابوداؤد سکوت کریں، وہ ان کے نزدیک قابل استدلال ہے؛ البتہ بعض احادیث جن میں معمولی ضعف ہوتا ہے ان کو گوارا کرلیتے ہیں، اس کی نصف احادیث تو وہ ہیں جو شیخین میں موجود ہیں، کچھ وہ ہیں جو شیخین یا ان میں سے کسی کی شرط کے مطابق ہیں، کچھ احادیث وہ بھی ہیں جن کے راوی میں حافظہ کی کمی پائی جاتی ہے۔ ان تینوں قسم کی احادیث پر امام ابوداؤد سکوت کرتے ہیں؛ البتہ چوتھی قسم کی وہ احادیث ہیں جن میں واضح ضعف ہوتا ہے اس پر سکوت نہیں کرتے۔ اِلَّا نَادِراً۔

ترمذی: اس کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ہر حدیث کا مرتبۂ صحت مذکور ہے اور حدیث ضعیف اگر ہے تو اس سے متنبہ ضرور کرتے ہیں؛ البتہ بعض محدثین کے نزدیک تصحیح وتحسین میں نرم سمجھے جاتے ہیں۔

بعض حضرات نے سنن دارمی کو اس طبقہ میں شامل کیا ہے؛ جب کہ دیگر حضرات نے تیسرے طبقہ میں داخل کیا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مسند احمد کو اسی میں شامل کیا ہے، لیکن یہ محل نظر ہے کیوں کہ اس میں منکر اور ضعیف احادیث موجود ہیں۔

طبقۂ ثالثہ

اس طبقہ میں ان کتابوں کو شامل کیا جاتا ہے جن میں ہر طرح کی احادیث موجود ہیں، یعنی صحیح، حسن ضعیف، منکر اور موضوع بھی۔ اس میں یہ کتابیں عام طور پر شامل ہیں، سنن ابن ماجہ، سنن دارقطنی، السنن الکبری للبیہقی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، مسند طیالسی، سنن سعید بن منصور، مسند حمیدی، معاجم طبرانی، مسند دارمی، مسند بزار، مسند ابویعلی موصلی، مسند عبد بن حمید، مسند احمد، حلیۃ الاولیاء، دلائل النبوۃ لابی نعیم وللبیہقی، مسند ابن جریر، تہذیب الآثار تفسیر القرآن، اکثر کتب تفسیر (الا ابن کثیر)۔

چند کتب حدیث کا مختصر تعارف

ابن ماجہ: کم ازکم اس میں انیس روایات موضوع ہیں، اور ضعیف ومنکر احادیث بہت زیادہ ہیں، اسی بناء پر ایک جماعت نے اس کو صحاح میں شامل نہیں کیا ہے، بلکہ بعض نے موطأ امام مالک کو اور بعض نے سنن دارمی کو شامل کیا ہے۔

سنن دار قطنی: اس میں ہر حدیث پر مختصر کلام موجود ہے، احادیث ضعیفہ پر بطور خاص تنبیہ کرتے ہیں، اس کی ترتیب فقہی ابواب پر ہے، اور تمام متعلقہ احادیث اختلاف متن وسند کے ساتھ جمع کردیتے ہیں۔

السنن الکبری: فقہ شافعی، "مختصر المزنی" کی ترتیب پر ہے، فقہ شافعی کے دلائل بیان کرتا ہے درمیان استدلال فریق مخالف پر سخت الفاظ استعمال کرتے ہیں، مشہور حنفی محدث حافظ علاء الدین الماردینی، جو ابن الترکمانی سے مشہور ہیں۔ انہوں نے اس پر ایک حاشیہ لکھا ہے؛ جس کا نام "الجوہر النقی" ہے اور اس میں ان کی تنقید کا جواب دیا ہے۔

مصنف عبدالرزاق: یہ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں اور امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، اس میں ہر طرح کی احادیث مرفوعہ، اقوال صحابہ وتابعین موجود ہیں۔

مصنف ابن ابی شیبۃ: اکثر ائمہ ستہ کے استاذ ہیں، مصنف عبدالرزاق کی طرح تالیف ہے۔ ان دونوں کتابوں میں حنفیہ کے دلائل کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

سنن سعید ابن منصور: شیخین کے استاذ ہیں۔ اس میں ہر قسم کی احادیث مفصل، منقطع، مرسل وغیرہ بکثرت موجود ہیں۔

مسند حمیدی: امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، امام صاحب پر سخت جرح کرتے ہیں۔

چوتھا طبقہ

اس طبقہ میں وہ کتب شامل ہیں؛ جن کی اکثر وبیشتر احادیث ضعیف ہیں۔ بلکہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تو لکھا ہے کہ اس کی ہر حدیث ضعیف ہے۔

اس طبقہ میں شامل یہ کتب ہیں۔نوادرالاصول، الکامل لابن عدی، کتاب الضعفاء للعقیلی، فردوس دیلمی، تاریخ الخلفاء للسیوطی، تاریخ دمشق لابن عساکر۔

خلاصہ یہ کہ اول الذکر تین کتاب کی سبھی احادیث ضعیف ہیں، الاَّیہ کہ صحیح ہونے کی کوئی قوی دلیل موجود ہو، باقی کتابوں کی وہ احادیث ضعیف ہیں جو ان کتابوں کے علاوہ کسی اور کتاب میں موجود نہیں۔ ورنہ تو بعض احادیث بھی ان میں ایسی ہیں جو صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

پانچواں طبقہ

اس طبقہ میں وہ کتب شامل ہیں جو موضوعات کے تذکرے میں لکھی گئی ہیں۔

موضوعات لابن الجوزی، الموضوعات للصنعانی، اللائی المصنوعہ، الموضوعات الکبیر (ملاعلی قاری) الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ للشوکانی، تذکرۃ الموضوعات لعلامۃ محمد بن طاہر پٹنی، العلل المتناہیۃ فی الاخبار الوہیۃ۔(۱)

(۱) تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو درس ترمذی ص:۲، ۷۳،۷۲۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً : عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

صحاح ستہ میں فرق مراتب

کتب احادیث میں صحاح ستہ کو اصول اور مآخذ کا درجہ حاصل ہے ان صحاح ستہ میں آپس میں فرق مراتب ہے اور ان میں مختلف درجات ہیں۔ چنانچہ محدثین نے قوت وصحت کے لحاظ سے یہ ترتیب قائم کی ہیں۔ بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ۔

بخاری: بخاری شریف کے متعلق مشہور ہے "اِنَّهٗ اَصَحُّ الْکُتُبِ بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ"، بعض حضرات نے اس کو مسلم کے بعد درجہ دیا ہے، چنانچہ ابوعلی نیشاپوریؒ (صاحب مستدرک کے استاذ ہیں) کا قول ہے "مَاتَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَاءِ کِتَابٌ اَصَحَّ مِنْ مُسْلِمٍ"، لیکن علی الاطلاق یہ قول صحیح نہیں، بعض علماء نے نیشاپوریؒ کے قول کی یہ توجیہ پیش فرمائی ہے کہ صحت وقوت میں بخاری کے مقابلہ میں مسلم کو ترجیح دینا مقصود نہیں، بلکہ ترتیب ابواب واحادیث، حسن سیاق اور دقائق اسناد کے اعتبار سے فائق ہے اور یہ امر مسلم ہے کیوں کہ امام مسلمؒ ایک مضمون کی جملہ روایات ساری سندوں کے ساتھ نہایت حسن ترتیب کے ساتھ بیان کردیتے ہیں، جبکہ یہ امتیازی شان بخاری میں نہیں۔ بہرحال صحت وقوت کے لحاظ سے بخاری سے فائق کوئی نہیں اور یہی قرین قیاس بھی ہے۔ کیونکہ بخاری کی متکلم فیہ روایات کے مقابلہ میں مسلم کی متکلم فیہ زائد ہیں۔ چنانچہ صرف بخاری کی متکلم فیہ روایات اٹھتّر (۷۸) ہیں اور مسلم میں ایک سو (۱۰۰) ہیں، اور وہ روایات جو دونوں میں ہیں وہ بتیس (۳۲) ہیں۔ گویا بخاری کے مقابلہ میں مسلم میں ۲۲/روایات زائد ہیں۔ بعض حضرات نے اس کو یاد رکھنے کی آسانی کے لئے یہ شعر کہا ہے۔

فَدَعُدٌ لِجُعْفِیٍّ وَقَافٌ لِمُسْلِمٍ ☆ وَبَلُ لَهُمَا فَاحْفَظْ وُقِیْتَ مِنَ الرَّدِیِّ

یعنی ''**دعد**'' یہ جعفی (بخاری) کے لئے ہے'' اور ''ق'' یہ امام مسلم کے لئے ہے۔ اور ''**بل**'' ان دونوں کے لئے ہے۔ اسے محفوظ کرلو بھٹکنے اور غلطی سے محفوظ ہو جاؤ گے۔ اس شعر میں پہلا لفظ **فدعد** ہے فاء زائد ہے، اور حروف ابجد کے لحاظ سے ''**دعد**'' کا نمبر اٹھتّر ہوتا ہے، ''ق'' کے سو(۱۰۰) ''ل'' کے بتیس (۳۲) ہوتے ہیں۔ خلاصہ شعر کا یہ ہے کہ دونوں کی متکلم فیہ روایات کی تعداد یاد رکھنا ہو تو ان تین لفظ کو یاد کرلو۔

دوسری دلیل بخاری کے فائق ہونے کی یہ کہ امام بخاری نے ٦ لاکھ احادیث سے انتخاب کردہ حدیثیں جمع کی ہیں، جبکہ امام مسلم نے تین لاکھ سے۔

امام شافعیؒ کا قول مشہور ہے ''لَا اَعْلَمُ كِتَاباً اَصَحَّ مِنَ الْمُوَطَّا'' اس کا جواب یہ ہے کہ امام شافعیؒ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی اور امام بخاریؒ کی ولادت ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے، ظاہر ہے کہ امام شافعیؒ کے قول کا مصداق یہ ہوگا کہ یہ اس وقت فرمایا تھا جب کہ صحیحین کا ابھی وجود نہیں تھا۔

(۲) بخاری کے بعد بالاتفاق مسلم شریف کا درجہ ہے جن لوگوں نے بخاری سے فائق قرار دیا ہے وہ من وجہ درست ہے علی الاطلاق نہیں۔ حافظ عبدالرحمٰن بن علی عینی شافعیؒ نے اس سلسلہ میں عمدہ شعر کہا ہے۔

تَنَازَعَ قَوْمٌ فِي الْبُخَارِيْ وَ مُسْلِمٍ
لَدَيَّ وَقَالُوْا اَيَّ ذَيْنِ تُقَدَّمُ
فَقُلْتُ لَقَدْ فَاقَ الْبُخَارِيُ صِحَّةً
كَمَا فَاقَ فِيْ حُسْنِ الصَّنَاعَةِ مُسْلِمٌ (۱)

نسائی : مشہور یہ ہے کہ صحیحین کے بعد ترمذی کا مرتبہ ہے لیکن بہت سے حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ نسائی شریف کا درجہ اس سے بلند ہے علامہ سیوطیؒ تدریب الراوی میں لکھتے ہیں کہ ترمذی کا مرتبہ صحیحین کے بعد ہی ہونا چاہئے تھا۔ مگر اس کا مرتبہ اس بناء پر

(۱) بستان المحدثین ص:۱۸۰۔ نخبۃ الفکر ص:۲۸۔ تدریب الراوی ص:۴۲، ۴۳۔

گھٹ گیا کہ مصلوب جیسے راوی کی روایات اس میں موجود ہیں، ابن جوزیؒ کے کلام سے یہی رائے قرین قیاس معلوم ہوتی ہے، کیوں کہ انہوں نے ترمذی کی تیس روایات کے موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔ جب کہ نسائی میں صرف دس روایات کو موضوع قرار دیا ہے۔(۱)

اس کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب امام نسائی نے سنن کبریٰ تالیف فرمائی تو اس وقت کے امیر وقت نے آپ سے سوال کیا کہ کیا اس کی ساری روایات صحیح ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ ہر قسم کی روایات، قوی، ضعیف وغیرہ ہیں، تو اس پر امیر وقت نے درخواست کی کہ اس میں صرف صحیح احادیث لکھئے، تو اس کے بعد انہوں نے سنن کبریٰ کی تلخیص کی اور اس کا نام سنن صغریٰ رکھا، جو المجتبیٰ کے نام سے موسوم ہے۔ غرض اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ نسائی شریف، ترمذی سے اعلیٰ ہے۔(۲) اکابر دیوبند کا رحجان بھی یہی ہے۔

ابوداؤد : حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا رحجان یہی ہے کہ چوتھے درجہ میں ابوداؤد اور پانچویں درجہ میں ترمذی ہے۔

ترمذی : عام طور پر اس کو نسائی اور ابوداؤد کے بعد باعتبار صحت سمجھا جاتا ہے لیکن حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں اس کو صحیحین کے بعد کا درجہ دیا ہے، حافظ ابن حجر نے ابوداؤد اور نسائی کے درمیان اس کو رکھا ہے، امام ابوبکر حازمیؒ نے اپنی مشہور کتاب شروط الائمۃ الخمسہ میں لکھا ہے کہ ترمذی کی شرط ابوداؤد کے مقابلہ میں ابلغ ہے، اور امام ابوداؤدؒ ضعیف حدیث کے ضعف پر تنبیہ کرنے کا اس درجہ اہتمام نہیں کرتے جس درجہ امام ترمذیؒ کرتے ہیں۔(۳)

ابن ماجہ: ابتداءً اس کتاب کے علاوہ کتب خمسہ کے لئے صحاح کی اصطلاح قائم ہوئی، اسی بناء پر امام ابوبکر حازمیؒ نے شروط الائمۃ الخمسۃ نامی کتاب لکھی، بعد میں اس کی حسن ترتیب کی بناء پر سب سے پہلے ابن طاہر المقدسی نے شامل کیا یہ وہی ہیں جن

(۱) الدرالمنضو د ج:۱-ص:۴٦۔ (۲) ایضاً۔ (۳) درس ترمذی ج۱-ص:۱۳٦

کی دو کتابیں ''شروط الائمۃ الستۃ'' اور ''اطراف الکتب الستۃ'' مشہور ہیں۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ صحاح ستہ کی اصطلاح قائم ہوئی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اگر صحاح ستہ میں شامل کرنا ہو تو موطا امام مالک کو شامل کرنا چاہیے۔ مشہور محدث رزین بن معاویہؒ نے اپنی کتاب تجرید الصحاح میں ابن ماجہ کے علاوہ مؤطا امام مالکؒ کو لیا ہے۔ اسی طرح ابن الاثیر جزریؒ نے جامع الاصول میں صحاح ستہ کی روایات کو جمع کیا ہے۔ اس میں ابن ماجہ کے علاوہ موطا کو شامل کیا ہے۔ ابوسعید علائی نے موطا کے بجائے سنن دارمی کو شامل کیا ہے۔(۱)

ابن ماجہ کی شمولیت کے بارے میں یہ اختلاف رائے اس بناء پر ہوا کہ اس میں موضوع روایات بھی آ گئی ہیں، جن کی تعداد بعض حضرات کے بقول ۱۹ اور بعض کے سترہ۔ اور کسی نے ۲۱ بتلائی ہیں۔ لیکن حسن ترتیب کی بناء پر صحاح ستہ میں شامل کر دیا گیا ہے۔

(۱) الدر المنظومۃ ج:۱،ص:۴۶۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ.

راویانِ حدیث کے طبقات

فن حدیث سے شغل رکھنے والے طالب حدیث کے لئے راویانِ حدیث کے طبقات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ راویوں کے طبقات دو الگ الگ اعتبار اور حیثیت سے بیان کئے گئے ہیں۔

(الف) راویوں کے ہم عصر و ہم زمانہ ہونے کے اعتبار سے۔

(ب) راویوں کی قوت حفظ، اور صحبت شیخ کے اعتبار سے۔

ذیل میں راویوں کے ہم عصر و ہم زمانہ ہونے کے لحاظ سے طبقات رواۃ ملاحظہ ہوں۔

حافظ ابن حجرؒ نے راویانِ حدیث کو بارہ طبقہ میں شمار کیا ہے، اور انہوں نے اپنی مشہور کتاب ''تقریب التہذیب'' میں تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے کہ تاریخی اعتبار سے راویانِ حدیث کے بارہ طبقات ہیں، جب اسماء الرجال کی کتابوں میں کسی راوی کا کوئی طبقہ بیان کیا جائے تو یہی تاریخی طبقات مراد ہوتے ہیں۔

طبقۂ اولی: طبقۃ الصحابۃ: اس طبقہ میں تمام صحابۂ کرام بلا فرق مراتب داخل ہیں۔

طبقۂ ثانیہ: کبار تابعین کا طبقہ: جیسے حضرت سعید بن المسیب، مخضرمین بھی اسی طبقہ میں شامل کئے جاتے ہیں۔

طبقۂ ثالثہ: تابعین کا درمیانی طبقہ: جیسے حضرت حسن بصری، محمد بن سیرین۔

طبقۂ رابعہ: طبقۂ وسطی کے بعد والا طبقہ یہ وہ رواۃ ہیں جن کی روایتیں صحابہ سے کم اور کبارِ تابعین سے زیادہ ہیں، جیسے امام زہریؒ، قتادہؒ وغیرہ۔

طبقۂ خامسہ : تابعین کا طبقہ صغریٰ: وہ راوی جنہوں نے ایک دو ہی صحابہ کو دیکھا ہے اور بعض کا تو صحابہ سے سماع بھی ثابت نہیں، جیسے سلیمان بن اعمش، امام اعظم۔

طبقۂ سادسہ: تابعین کا آخری طبقہ : یعنی طبقۂ خامسہ کا معاصر طبقہ، مگر کسی صحابی سے ان کی ملاقات نہیں، جیسے ابن جریجؒ۔

درحقیقت یہ تابعی ہیں ہیں۔ لیکن تابعین کے معاصر ہیں، اسی بناء پر تابعین کے طبقات میں شمار کیا جاتا ہے۔

طبقۂ سابعہ: کبار تبع تابعین کا طبقہ: جیسے امام مالکؒ، امام ثوریؒ۔

طبقۂ ثامنہ: تبع تابعین کا درمیانی طبقہ: جیسے سفیان بن عیینہ، اسماعیل بن علیہ۔

طبقۂ تاسعہ: تبع تابعین کا طبقہ صغری: جیسے یزید بن ہارون، امام شافعی، ابوداؤد طیالسی، عبدالرزاق صنعانی۔

طبقۂ عاشرہ: تبع تابعین میں سے روایت کرنے والے طبقہ کے اکابر: مراد وہ لوگ جن کی کسی بھی تابعی سے ملاقات نہیں ہوسکی، جیسے امام احمد بن حنبلؒ۔

طبقۂ حادیہ عشرہ: تبع تابعین میں سے روایت کرنے والوں کا طبقۂ وسطی: جیسے امام بخاریؒ، امام ذہلیؒ۔

طبقۂ ثانیہ عشرہ تبع تابعین سے روایت کرنے والے کا طبقہ صغری : جیسے امام ترمذی۔(۱)

(۱) تقریب التہذیب ص:۷۵، مطبوعہ دیوبند۔ تحفۃ الدررص:۷۰۔۶۸۔ درس ترمذی ج:۱-ص:۷۸

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً ☆ عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

طبقات رواۃ کے فوائد

راویانِ حدیث کے درمیان حافظ ابن حجرؒ نے جو طبقات قائم کئے ہیں ان سے چند فوائد متعلق ہیں۔

(۱) فن اسماء الرجال کے ماہرین، اور مصنفین کے لئے مختصر انداز میں راوی کی معرفت میں سہولت، یعنی اسماء الرجال کی جو مفصل اور مطول کتابیں ہیں، ان میں ہر راوی کا ذکر اس کے اکثر اساتذہ اور اکثر شاگردوں کے ساتھ موجود ہیں، لیکن اس تاریخی طبقہ کو قائم کر کے ہر ہر راوی کو کسی نہ کسی طبقہ میں شامل کر دینے کے بعد اب اسماء رجال کے ماہرین کے لئے یہ سہولت ہوگئی کہ اساتذہ اور شاگردوں کی طویل فہرست ذکر کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی بلکہ کسی راوی کے تذکرہ میں صرف، ثقہ من الثانیۃ، ثقۃ من الثالثۃ وغیرہ کہہ دینا کافی ہوجاتا ہے۔

(۲) راویوں کے طبقات جاننے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ فلاں راوی نے کسی شیخ کا نام چھوڑ کر تدلیس تو نہیں کی ہے؟

(۳) طبقات جاننے کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر راوی نے کسی روایت کو معنعن بیان کیا، تو وہ روایت سماع پر محمول ہے یا نہیں؟ اس کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

(۴) جن راویوں کے نام، کنیت وغیرہ کے یکساں ہونے کی بناء پر اشتباہ ہوتا ہے، طبقات جاننے سے، اشتباہ واختلاط ختم ہوجاتا ہے۔(۱)

(۱) تحفۃ الدررص:۶۸۔

طبقاب رواۃ باعتبار صدی

ان بارہ طبقات میں سے پہلے دوطبقوں میں زیادہ تر راوی پہلی صدی ہجری کے ہیں، اور تیسرے طبقہ سے آٹھویں طبقہ تک زیادہ تر راوی دوسری صدی ہجری کے ہیں، اور نویں طبقہ سے لے کر بارہویں طبقہ کے زیادہ تر رواۃ تیسری صدی کے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ جب روایوں کے احوال ذکر کرتے ہیں، اور ان کا سن وفات لکھتے ہیں، تو سیکڑہ کو حذف کردیتے ہیں اور صرف دہائی اکائی ذکر کرتے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ طبقۂ اولیٰ اور ثانیہ کے تمام راویوں کی وفات پہلی صدی میں ہوچکی ہے۔ اس لئے ان کے سن وفات میں کچھ محذوف نہ ہوگا۔ البتہ ثالثہ سے ثامنہ تک کے تمام راویوں کی وفات دوسری صدی میں ہوئی ہے، اس لئے ان کے سن وفات میں مأ ہ (سیکڑہ) محذوف ہوگا اور ثامنہ کے بعد کے راویوں کی وفات تیسری صدی میں ہوئی، اس بناء پر وہاں مأ تین محذوف ہوگا۔

مثلاً: امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق لکھا ہے **احد الائمة ثقة حافظ وهو راس الطبقة العاشرة مات سنة احدىٰ واربعين سنة.** اس عبارت میں **مات سنة احدیٰ واربعین** کا مطلب یہ ہوگا **مات احدیٰ واربعین ومائتین** یعنی ۲۴۱ھ میں آپ کی وفات ہے۔ غرض ''تقریب التہذیب'' میں حافظ ابن حجرؒ کی یہ اپنی اصطلاح ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَکَ.

راویان حدیث کے مراتب

راویان حدیث میں مطلوبہ صفات اور مقبولیت کی شرائط پائے جانے پر ائمہ جرح وتعدیل ان کی توثیق کرتے ہیں اور وہ صفات وشرائط نہ پائے جانے پر ان پر جرح کرتے ہیں اور غیر معتبر وضعف قرار دیتے ہیں، پھر یہ کہ ان کی صفات میں فرق مراتب کی بناء پر توثیق وتعدیل یا جرح وتنقید کے لیے مختلف قسم کے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ان الفاظِ جرح وتعدیل میں بھی فرقِ مراتب ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اپنی مشہور کتاب ''تقریب التہذیب'' میں الفاظ جرح وتعدیل کے فرق مراتب کو پیش نظر رکھ کر راویان حدیث کے بارے میں بارہ مراتب قائم کئے ہیں۔

مرتبۂ اولیٰ: راوی صحابی ہو، توثیق وتعدیل کا یہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے، تمام صحابہ بلافرق مراتب عادل ہیں۔

مرتبۂ ثانیہ: وہ راوی جن کی تعدیل ائمہ جرح وتعدیل نے تاکید کے ساتھ کی ہے خواہ اسم تفضیل کا صیغہ استعمال کیا ہو یا کسی صفت مادحہ کو مقرر ذکر کیا ہو جیسے **ثبت ثبت، ثقة ثقة، ثقة حافظٌ.**

مرتبۂ ثالثہ: جن کی تعدیل صرف ایک صفت مادحہ کے ذریعہ کی گئی ہو۔ جیسے **ثقة، متقن، یاعدلٌ، یاثبتٌ.**

مرتبۂ رابعہ: جن کی تعدیل کے لئے **صدوقٌ، لابأس. لیس به بأس** کے الفاظ مستعمل ہوں۔ گویا وہ راوی تیسرے درجہ کے راوی سے کچھ کم درجہ کے ہوں گے۔

مرتبۂ خامسہ: جن کی تعدیل کے لئے ''صُدُوْقٌ سَیِّئُی الْحِفْظِ'' ''صُدُوْقٌ یَھِمُ'' ''صُدُوْقٌ لَہٗ اَوْھَامٌ'' ''صُدُوْقٌ یُخْطِئُ'' ''صُدُوْقٌ تَغَیَّرَ بآخِرِہٖ'' کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اسی رتبہ میں وہ تمام راوی شامل ہیں۔ جن پر بدعقیدہ ہونے کا الزام ہے، مثلاً شیعہ ہونا، قدری ہونا، ناصبی ہونا، مرجئی ہونا، جہمی ہونا۔

مرتبۂ سادسہ: وہ راویانِ حدیث جن سے بہت کم احادیث مروی ہوں اور ان کے بارے میں کوئی ایسی جرح ثابت نہ ہو کہ ان کی حدیث کو متروک کہا جائے، ایسے راوی کی روایت کے لئے کوئی متابع مل جائے؛ تو مقبول۔ ورنہ تولَین الحدیث جیسے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔

مرتبۂ سابعہ: وہ رواۃ جن سے روایت کرنے والے ایک سے زائد ہوں لیکن کسی امام سے توثیق منقول نہ ہو۔ ان کے لئے مستور، یا مجہول الحال کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

مرتبۂ ثامنہ: وہ راوی جن کی توثیق منقول نہ ہو بلکہ تضعیف کی گئی ہو۔ اور وہ تضعیف مبہم ہو تو ان کے لئے ضعیف کا لفظ لاتے ہیں۔

مرتبۂ تاسعہ: جیسے روایت کرنے والا ایک ہی راوی ہو اور کسی امام سے توثیق منقول نہ ہو ان کے لئے مجہول استعمال کرتے ہیں۔

مرتبۂ عاشرہ: جن کی سخت تضعیف کی گئی ہے۔ ان کے لئے متروک یا متروک الحدیث، واہی الحدیث یا ساقط کے الفاظ لائے جاتے ہیں۔

مرتبۂ حادیہ عشرہ: وہ راوی جو متہم بالکذب ہو یا تو اس بناء پر کہ اس کی روایت شریعت کے قواعد معلومہ کے خلاف ہے، یا کلام الناس میں کذب ثابت ہے۔

مرتبۂ ثانیہ عشرہ: وہ رواۃ جن کے متعلق کذب اور وضع کے الفاظ مستعمل ہیں۔(١)

(١) تقریب التہذیب ص:٤٧، مطبوعہ دیوبند۔ تحفۃ الدرر ص:٢٧۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً ☆ عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

طبقات رواۃ باعتبار احوال

روایوں کے احوال وصفات مختلف ہوا کرتے ہیں اور ان کے انہی احوال وصفات کے پیش نظر ان کے درجات ومراتب طے کئے جاتے ہیں ذیل میں راویوں کی قوت حفظ اور صحبت شیخ کے اعتبار سے ان کے طبقات بیان کیے جاتے ہیں۔

قوت حفظ میں فرق مراتب اور صحبت شیخ میں قلت وکثرت کے اعتبار سے راویوں کے پانچ طبقے ہیں۔

(١) **قوی الضبط، کثیر الملازمۃ:** یعنی وہ راوی جن کا حافظہ بھی قوی ہو اور انہوں نے اپنے استاذ وشیخ کی صحبت بھی زیادہ پائی ہو۔

(٢) **قوی الضبط، قلیل الملازمۃ:** حافظ قوی ہو لیکن اپنے استاذ وشیخ کی صحبت زیادہ نہ پائی ہو۔

(٣) **قلیل الضبط، کثیر الملازمۃ:** حافظ تو کمزور ہو۔ البتہ صحبت شیخ کا موقع زیادہ ملا ہو۔

(٤) **قلیل الضبط، قلیل الملازمۃ** : حافظ کمزور ہو اور صحبت شیخ کا موقع بھی زیادہ نہ ملا ہو۔

(٥) **الضعفاء والمجاھیل:** وہ راوی جو ضعیف ہوں یا مجہول ومستور ہوں۔(١)

(١) شروط الائمۃ الخمسۃ ص:٤٣۔ بحوالہ درس ترمذی ص:٦٧۔ نفع المسلم ص:٣٧

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً ☆ عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

صحاح ستہ کا درجہ استناد

راویانِ حدیث کے طبقاتِ خمسہ کے اعتبار سے محدثین وشارحین نے صحاح ستہ کا درجہ استناد اس طرح متعین کیا ہے۔

بخاری: امام بخاریؒ مستقلاً صرف پہلے طبقہ کی احادیث لاتے ہیں البتہ بطور استشہاد دوسرے طبقہ کی روایت بھی لے آتے ہیں اس بناء پر صحت کے اعتبار سے ان کی جامع سب سے فائق ہے۔

مسلم: امام مسلمؒ پہلے دونوں طبقہ کی روایات مستقلاً ذکر کرتے ہیں البتہ کہیں کہیں تیسرے طبقہ کی روایت بھی بطور استشہاد ذکر کرتے ہیں، اس لئے مسلم شریف دوسرے درجہ میں ہے۔

نسائی: پہلے تینوں طبقہ کی روایات مستقلاً لاتے ہیں۔ اس بناء پر ان کی کتاب تیسرے نمبر پر ہے۔

ابوداؤد: پہلے تینوں طبقہ کی روایات مستقلاً اور بطور استشہاد طبقہ رابعہ کے راوی کی روایت بھی پیش کرتے ہیں۔ اس لئے یہ چوتھے نمبر پر ہے۔

ترمذی: پہلے چوتھے طبقہ کی روایات مستقلاً اور کبھی کبھی پانچویں طبقہ کی روایت بھی لے آتے ہیں، اس بناء پر پانچویں درجہ میں ہے۔

ابن ماجہ: پانچویں طبقہ کی روایات اس میں مستقلاً مذکور ہیں۔ اس بناء پر یہ چھٹے نمبر پر ہے۔

لہٰذا قوت سند کے اعتبار سے صحاح ستہ کی یہ ترتیب ہے۔

بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ (۱)

(۱) درس ترمذی ص: ۷۶۔

راویوں میں ہم نامی کی وجہ سے اشتباہ اور اس کی قسمیں

راویوں کی تعداد پانچ لاکھ تک بتلائی جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ راوی کے نام اور والد کے نام۔ لقب وکنیت اور نسبت میں بہت سے ایسے راوی ہیں جن کے نام وغیرہ ایک دوسرے کے مشابہ اور ملتے جلتے ہیں اس لئے طالب حدیث کو اس اصطلاح سے واقفیت ہونا ضروری ہے کہ راوی کے نام میں، یا ولدیت کے نام میں، یا نسبت میں چند راوی یکساں ہوں؛ تو اسے کیا کہا جاتا ہے۔ ہم نامی کی وجہ سے راویوں میں اشتباہ کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

(۱) متفق ومفترق (۲) مؤتلف ومختلف (۳) متشابہ

متفق ومفترق: ایسے دو راوی جن کی شخصیتیں الگ الگ ہوں البتہ ان کے نام، اور والد کے نام لکھنے اور بولنے میں یکساں ہوں، ایسے راویوں کو یکساں ہونے کی بنا پر متفق اور شخصیت کے مختلف ہونے کی بنا پر مفترق کہا جاتا ہے، اس کی چند صورتیں ہیں:

(الف) راویوں کا نام، مع ولدیت کے یکساں ہوں جیسے: خلیل بن احمد نام کے چھ راوی ہیں۔

(ب) راوی اس کے والد اور اس کے دادا تک کا نام یکساں ہوں جیسے احمد بن جعفر بن حمدان نام کے ایک ہی طبقہ میں چار راوی ہیں۔

(ج) کنیت اور نسبت میں چند راوی یکساں ہوں جیسے ابوعمران جمونی نام کے دو راوی ہیں۔

(د) راویوں کے نام مع ولدیت اور نسبت یکساں ہوں جیسے محمد بن عبداللہ انصاری نام کے راوی ہیں۔

(ہ) راویوں کی کنیت اور ولدیت یکساں ہوں، جیسے ابوبکر بن عیاش نام کے تین راوی ہیں۔

مؤتلف ومختلف: ایسے دوراوی جن کے نام لقب، یا نسب لکھنے کے اعتبار سے یکساں ہوں، البتہ نطق کے اعتبار سے دونوں میں فرق ہو، جیسے سلام، سلّام، مسور، مسوّر، عَقیل، عُقَیل، ایسے راویوں کو لکھنے کے اعتبار سے مؤتلف (متفق) اور نطق کے اعتبار سے مختلف کہا جاتا ہے۔

متشابہ: (الف) ایسے دوراوی جن کے نام ایک ہوں، البتہ ان کے والد کے نام تلفظ میں الگ اور کتابت میں متحد ہوں جیسے محمد بن عَقیل (نیشاپوری) محمد بن عُقَیل (فریابی)

(د) متشابہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ، راویوں کے نام تلفظ میں مختلف کتابت میں یکساں ہوں البتہ والد کے نام بالکل یکساں ہوں جیسے سُر یج بن النعمان، شریح بن النعمان۔

(ج) راویوں اور ان کے والد کے نام بالکل یکساں ہوں البتہ ان کی نسبت تلفظ میں مختلف اور کتابت میں متفق ہو جیسے: محمد بن عبداللہ مَخْـرَمِـیُ (امام بخاری، ابوداؤد، اور نسائی) کے استاذ ہیں، اور محمد بن عبداللہ مُخَرِّمِیُ (امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں) (۱)

(۱) نزہۃ النظر ص: ۶۷۔ تحفۃ الدرر ص: ۶۷۔ تیسیر الحدیث ص: ۲۱۱، ۲۰۶۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً ☆ عَلیٰ حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِم

جرح وتعدیل

حدیث کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کا دارومدار راوی کے حالات پر موقوف ہے اور راوی کا ثقہ یا غیر ثقہ ہونا اہل فن کی شہادت پر مبنی ہے۔ لہٰذا راوی کے اندر ثقہ اور مقبول ہونے کی شرطیں موجود ہیں، یا نہیں؟ اسی کے بتلانے کو جرح وتعدیل کہتے ہیں۔ راوی کو ثقہ قرار دینا تعدیل ہے اور غیر ثقہ قرار دینا جرح ہے۔

یہ تو ظاہر ہے کہ راوی میں اچھے اوصاف، یا برے اوصاف بالکل آخری اور اعلیٰ درجہ میں ہوں؛ ایسا نہیں، یا یہ کہ سب میں یکساں طور پر پائے جاتے ہوں؛ بلکہ راویوں کے اوصاف میں فرق مراتب کا ہونا قرین قیاس ہے، چنانچہ اس فرق مراتب کے لحاظ سے ائمہ جرح وتعدیل نے مختلف قسم کے الفاظ جرح وتعدیل استعمال فرمائے ہیں، اور انہیں الفاظ کے مطابق حدیث کے درجات متعین کئے جاتے ہیں۔

الفاظ تعدیل کے مراتب

(۱) کسی راوی کے حق میں اسم تفصیل کے صیغے یا مبالغہ پر دلالت کرنے والے الفاظ استعمال کئے جائیں جیسے:

فُلَانٌ اَوْثَقُ النَّاسِ. اَثْبَتُ النَّاسِ. لَااَحَدٌ اَثْبَتَ عَنْهُ. لَانَظِیْرَ لَهٗ. فُلَانٌ اِلَیْهِ الْمنهتی التَّثَبُّتُ.

(۲) وہ الفاظ جو ثقہ اور معتمد ہونے کو بیان کرنے کیلئے مکرر ذکر کیے جائیں جیسے:

ثِقَةٌ ثِقَةٌ. ثَبَتٌ حُجَّةٌ. ثِقَةٌ ضَابِطَةٌ. ثَبَتٌ ثَبَتٌ. ثِقَةٌ حَافِظٌ.

(۳) وہ الفاظ جو ثقاہت واعتماد کو بتلائیں۔ لیکن ان میں تاکیدی الفاظ نہ ہوں

جیسے۔ثِقَةٌ: ثَبَتٌ: حُجَّةٌ:

(۴) وہ الفاظ جوصرف راوی کے عادل ہونے کو بتلائیں ضبط سے کوئی تعرض نہ ہو
جیسے:فُلاَنٌ صَدُوْقٌ. مَحَلُّهُ الصِّدْقُ. فُلاَنٌ مَامُوْنٌ. فُلاَنٌ خِيَارٌ. لَيْسَ بِهٖ بَأْسٌ.

(۵) وہ الفاظ جس سے نہ تو تعدیل معلوم ہواور نہ جرح کا پتہ چلتا ہو۔جیسے: فلاں شیخ (فلاں عالم حدیث ہے)

(۶) وہ الفاظ جن سے راوی کا جرح کے ادنیٰ مرتبہ سے قریب ہونا معلوم ہوتا ہو
جیسے: فُلاَنٌ صَالِحُ الْحَدِيْثِ. يُرْوىٰ حَدِيْثُهٗ. فُلاَنٌ يُعْتَبَرُ. يُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ.

حکم: (الف) پہلے تین مراتب کی روایات مستقلا حجت ودلیل ہیں۔

(ب) چوتھے اور پانچویں مرتبے کی روایات کواوپر کی روایات پر جانچا جائے، جوان کے موافق ہوں وہ مقبول ہوگی۔

(ج) چھٹے درجہ کی روایات بطور متابعت وشواہد پیش کی جاسکتی ہیں۔

مراتب جرح

(۱) ماہر فن حدیث کسی راوی پر جرح کرتے ہوئے اسم تفضیل یااس کے ہم معنی الفاظ استعمال کرے جیسے:

فُلاَنٌ اَكْذَبُ النَّاسِ. فُلاَنٌ رُكْنُ الْكِذْبِ. اِلَيْهِ مُنْتَهَى الْكِذْبِ.

(۲) کسی راوی کے متعلق وہ الفاظ استعمال کئے جائیں؛ جن سے جھوٹ یااس کے ہم معنی اوصاف معلوم ہوتے ہوں جیسے:

فُلاَنٌ كَذَّابٌ. فُلاَنٌ دَجَّالٌ. وَضَّاعٌ. يَكْذِبُ. يَضَعُ.

(۳) وہ الفاظ جن سے راوی کے جھوٹے ہونے یااس جیسی کسی چیز کے ساتھ متہم ہونے کا پتہ چلتا ہو جیسے:

فُلاَنٌ مُتَّهَمٌ بِالْكِذْبِ. فُلاَنٌ مُتَّهَمٌ بِالْوَضْعِ. فُلاَنٌ يَسْرِقُ الْحَدِيْثَ. فُلاَنٌ سَاقِطٌ. مَتْرُوْكٌ لَيْسَ بِثِقَةٍ. فُلاَنٌ لَيْسَ بِثِقَةٍ. فُلاَنٌ ذَاهِبُ الْحَدِيْثِ.

(۴) وہ الفاظ جن سے کسی راوی کی حدیث نہ لکھنے یااس سے ملتے جلتے الفاظ ہوں۔جیسے:

فُلاَنٌ لاَيُكْتَبُ حَدِيْثُهٗ. لاَتَحِلُّ الرِّوَايَةُ عَنْهُ. فُلاَنٌ ضَعِيْفٌ جِدًّا، وَاهٍ بِمَرَّةٍ.

(۵) وہ الفاظ جن سے کسی راوی کی حدیث کی حجت ودلیل نہ بنانے یااس سے ملتے جلتے الفاظ استعمال کئے گئے ہوں۔

جیسے:فُلاَنٌ لاَيُحْتَجُّ. يا ضَعِيْفٌ. يا لَهٗ مَنَاكِيْرُ.

(۶) وہ الفاظ جو معمولی جرح اور نرمی وتساہل کو بتلائیں۔

جیسے:فُلاَنٌ لَيِّنُ الْحَدِيْثِ. فِيْهِ مَقَالٌ. فُلاَنٌ سَيِّئُ الْحِفْظِ.

حکم: (الف) ایک سے لے کر چار تک کے الفاظ جس راوی کے متعلق استعمال کئے جائیں تواس اس کی روایت نہ تو حجت واستدلال کے قابل ہے اور نہ بطور متابعت وشواہد کے پیش کرنے کے لائق ہوتی ہے۔

(ب) پانچویں اور چھٹی مرتبے کے الفاظ جس راوی کے متعلق استعمال کئے جائیں ایسے راوی کی روایت لکھی جائیں گی،اوران کو بطور متابعت وشواہد کے بھی پیش کیا جائیگا،لیکن بطور حجت واستدلال قبول نہیں کی جاسکتی۔

مأخذ ومراجع

(۱)قران کریم	(۲)بخاری شریف
(۳)مسلم شریف	(۴)ترمذی شریف
(۵)ابن ماجہ شریف	(۶)ابن حبان
(۷)مستدرک حاکم	(۸)اوجز المسالک
(۹)فتح الملہم	(۱۰)معارف السنن
(۱۱)التذکرۃ	(۱۲)نفع المسلم
(۱۳)الدر المنضود	(۱۴)درس ترمذی
(۱۵)نعمۃ المنعم	(۱۶)تدریب الراوی
(۱۷)قواعد التحدیث	(۱۸)المنظومۃ البیقونیہ
(۱۹)تیسیر مصطلح الحدیث	(۲۰)فتح المغیث
(۲۱)شرح نخبۃ الفکر	(۲۲)مقدمہ اعلاء السنن
(۲۳)مقدمہ ابن الصلاح	(۲۴)جواہر الاصول
(۲۵)تحفۃ الدرر	(۲۶)علوم الحدیث
(۲۷)مفتاح الحدیث	(۲۸)آسان اصول حدیث
(۲۹)رسائل اصول حدیث	(۳۰)خیر الاصول
(۳۱)نظم الدرر	(۳۲)تقریب التہذیب
(۳۳)میزان الاعتدال	(۳۴)بستان المحدثین
(۳۵)شامی	(۳۶)فتح القدیر
(۳۷)اکفار الملحدین	

یادداشت